قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

جمعہ 29 مئی 2020ء | 6 شوال 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 129

ارشاد باری تعالیٰ

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُہُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿۲۹﴾

(الرّعد:29)

ترجمہ: (یعنی) وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ سنو! اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔

خلاصہ خطبہ عید الفطر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیزفرمودہ 24 مئی 2020ءبمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

کمزور نظر آنے والے انسان کو خدا اپنے پاس سے کھلا رہا ہوتا ہے۔دنیادار کہے گا سوکھی روٹی خدا کھلا رہا ہے؟ غریب سمجھتا ہے کہ یہ روٹی بھی خدا کے فضل سے ہی مل رہی ہے اور اس پر وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے

اس سے خدا کے اور قریب ہوتا ہے یہی مسکینی اور غربت خدا کی شکر گزاری اس مقام تک لے جاتی ہے جوعید کا اصل مقصد ہوتا ہے

انسان کو خدا کے حقوق اور خدا کے بندوں کے حقوق کا صحیح فہم ادراک حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے پھر ہماری عیدیں حقیقی عیدیں بن جائیں گی

تمام احمدی احباب،اسیران کی رہائی،امت مسلمہ اور تمام دنیا کیلئے دعا کی تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیزنے مسجد مبارک اسلام آباد ٹیلفورڈ یوکے میں مورخہ 24 مئی 2020ء کو خطبہ عید الفطر ارشاد فرمایا۔ جو کہ ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر براہ راست نشر کیا گیا۔ تعوذ و تشہد و سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انورنے فرمایا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک عید کے موقع پر یہ بیان فرمایا تھا کہ عید منانے والوں کی مختلف اقسام ہوتی ہیں کچھ لوگ رواج کے مطابق نسل در نسل دیکھتے ہوئے عید مناتے ہیں کچھ اس لیے عید مناتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور خدا اور رسول کو حکم ہے عید مناؤ ۔عید اصل میں خوشی کا نام ہے اور خوشی اس وقت ہوتی ہے جب انسان کسی کام میں کامیابی حاصل کرتا ہے اگر کامیابی نہیں تو کون عقلمند ہے جو خوش ہو گا بلکہ الٹا ناکامی پر روئے گا ۔ عید کو بھی ہمیں اسی طرح دیکھنا ہو گا۔ جو عید مناتا ہے اصل میں وہ اپنی کامیابی کا دعویٰ کر رہا ہوتا ہے۔ جب دعویٰ ہے تو ہر ایک کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ کیا حقیقی کامیابی ملی ہے اور کیا اسے حق حاصل ہو گیا ہے کہ وہ عید منائے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک دن عید کا مقرر کر کے اس دن اچھے کپڑے پہن لیں کھانا پینا اچھا کر لیں شور شرابا، دعوت کریں، رشتہ داروں کو کھانا کھلا دیں۔ اور ان سب چیزوں پر ہم کچھ نہ کچھ خرچ بھی کرتے ہیں اب سوچنے والی بات ہے کہ جس عید پر ہم خرچ کرتے ہیں تو کیا وہ کچھ دے بھی جاتی ہے کہ نہیں۔ اگر وہ کچھ دے کر نہیں جاتی تو وہ عید نہیں ہو سکتی۔ عید تو وہ ہے جو ہمیں کچھ دے کر جائے۔ حقیقی عید وہ باطنی، دلی اور اندرونی عیدہے جو روح کو سیراب کرکے کچھ دے کر جائے۔ایک مسلمان کے لیے سب سے بڑی دولت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے یہی حقیقی عید ہے کیوں کہ اس میں کامیابی نظر آتی ہے ۔عید اس لیے رکھی ہے تاکہ خوشخبری دے کہ روزے قبول ہو گئے۔ کیا حقیقت میں روزے قبول ہو گئے؟ واقعی خدا نے اپنی عبادت کی توفیق دی؟ کیا پتہ جس عبادت کی توفیق ملی قبول بھی ہوئی ہے یا نہیں ؟ ایک دفعہ ایک شخص نے جلدی جلدی نماز پڑھی تو رسولﷺ نے اسے فرمایا دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ تمہاری نماز قبول نہیں ہوئی اس نے پھر جلدی جلدی پڑھی آپؐ نے پھر فرمایا کہ پھر پڑھو۔ اس نے پھر پڑھی آپ نے پھر فرمایا کہ پھر پڑھو اس پر اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہﷺ میں کس طرح نماز پڑھوں؟ آپﷺ نے فرمایا کہ آہستگی اور سکون سے نماز سے پڑھو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ حقوق العباد ادا نہیں کرتے ان کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ روزوں میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد اگر ادا نہیں کئے تو کس طرح روزے قبول ہوئے؟ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو بیماری اور مجبوری کی وجہ سے روزوں سے رخصت ہے چونکہ وہ باقی فرائض خدا کا خوف رکھتے ہوئے ادا کر رہے ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ان کوثواب سے محروم نہیں رکھتا۔ ایسے لوگ عید بھی اللہ تعالیٰ کا خوف کرتے ہوئے منا رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے کھاتے میں حقیقی عید کی خوشیاں لکھ رہا ہوتا ہے۔ بعض لوگ روزے کی طاقت ہونے کے باوجود روزے نہیں رکھتے اور افطاری شوق سے کرتے ہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ میں نے روزہ نہیں رکھا، نمازیں بھی کاروبار کی وجہ سے نہیں پڑھیں، نیند کی وجہ سے نوافل بھی نہیں پڑھے اور اب اگر افطاری بھی نہ کھاؤں تو بالکل ہی کافر ہو جاؤں گا۔ یہ ایک لطیفہ ہے جو پرانے زمانے سے پھیلا ہوا ہے لیکن حقیقت میں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں اور ایسے لوگ عید والے دن سب سے پہلے شامل ہوتے ہیں حالانکہ ان کو عید منانے کا ادراک نہیں ہی ہے۔ ہمیں اپنے دلوں پر غور کرنا چاہئے یہ غور کرنا چاہئے کہ ہماری عید کیسی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیدیں عموماً تین قسم کی ہوتی ہیں ایک جس نے رب سے ملنے کی کوشش کی، اس کے بندوں کی خدمت کی، دل کی صفائی کےساتھ خدا اور اس کے بندوں کے ساتھ صلح کی اور سب کچھ خدا کے لیے ہی کیا۔دکھاوے کے روزوں کی اللہ تعالیٰ جزاء نہیں دیتا۔ اس لئے اگر روزے رکھے کہ لوگ کہیں کہ بڑا روزے دار ہے ایسے شخص کو اللہ جزاء نہیں دیتا۔ جس نے ذکر الٰہی محض خدا کے لیے کیا، کوئی بھی کام محض خدا کو

باقی صفحہ نمبر2 پر

اس شمارہ میں

- خلاصہ خطبہ عیدالفطر
- خطاب حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
- خلفاء احمدیت کا عشق رسولﷺ
- میں نے الفضل سے کیا پایا
- مکرم ملک انصارالحق شہید اور28مئی کی چند یادیں
- مجلس انصاراللہ جرمنی کی خدمت خلق

بقیہ از صفحہ 1 خلاصہ خطبہ عیدالفطر

راضی کرنے کے لیے کیا ہے تو پھر ایسے شخص نے اپنے خدا کو پا لیا اوراس کی جدائی کی گھڑیاں ختم ہو گئیں۔ عاشق اپنے معشوق کی صحبت میں بیٹھ گیا۔ ایسے بندوں کی آج بھی عید ہے اور کل بھی بلکہ ایسے بندوں کی ہمیشہ عید ہوتی ہے جو خدا کا قرب حاصل کرنے والے ہیں۔ بعض لوگوں کی غربت کی انتہا ہوتی ہے، دنیاوی لحاظ سے خراب حالت ہوتی ہے، دیکھنے والا سمجھ نہیں سکتا کہ عید منا رہے ہیں۔ اچھے کپڑے پہننے والا اور اچھے کھانے کھانے والا کہتا ہے کہ یہ بھی کوئی عیدہے حالانکہ عید ان کی ہی ہے جبکہ دنیا دار لوگ اپنے زعم میں اچھے کھانوں کو حقیقی عید سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت کمزور نظر آنے والے انسان کو خدا اپنے پاس سے کھلا رہا ہوتا ہے۔دنیادار کہے گا سوکھی روٹی خدا کھلا رہا ہے؟ غریب سمجھتا ہے کہ یہ روٹی بھی خدا کے فضل سے ہی مل رہی ہے اور اس پر وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ اس سے خدا کے اور قریب ہوتا ہے یہی مسکینی اور غربت خدا کی شکرگزاری اس مقام تک لے جاتی ہے جوعید کا اصل مقصد ہوتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا دار وقتی خوشی کا سامان کر کے پھر بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لیکن مسکین شخص دائمی عید کے سامان پیدا کر رہا ہوتا ہے جو اگلے جہان میں بھی عید کے سامان پیدا کرتی ہے۔ یہ عیدیں جو ہیں اللہ کی رضا پانے والے ان مقرب بندوں کی ہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ جن کے ظاہری لباس بھی اچھے ہیں جو سنت نبوی کے مطابق اچھی خوشبو بھی لگاتے ہیں ظاہری عزت و زینت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب بھی باطنی طور پر حاصل ہوتا ہے۔ جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے خود خیر حاصل کرتے ہیں وہاں بندوں کے حقوق بھی ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہرکسی کو کئی طرح سے نوازتاہے کسی کو اپنا قرب اس طرح عطا کرتا ہے کہ اسے کانٹوں سے گزارتا ہو اپنے پاس بلاتا ہے اور کسی کو پھولوں کی سیج سے بھی اپنے پاس بلاتا ہے۔ وہ بے وقوف ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ کانٹوں سے آنے والا ہی خدا رسیدہ ہے اور وہ بھی بے وقوف ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ پھولوں کی سیج سے آنے والا ہی خدا رسیدہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات ہیں اس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اللہ کے بندوں پر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرمایا کرتے تھے کہ ایک ہندو نے یہ اعتراض کیا کہ میں نے سنا ہے مرزا صاحب پلاؤ اور بادام بھی کھا لیتے ہیں اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا کہ بادام اور پلاؤپاک، طیب اور جائز ہیں۔ اس کے چہرہ سے یہ تاثر ملتا تھا کہ بزرگی کا یہی معیار ہے کہ ایسی عمدہ چیزیں نہ کھائی جائیں۔ دنیا میں لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ دنیا سے بالکل کٹ جائیں ۔اصل میں اللہ کی رضا ہونی چاہئے اگر اللہ تعالیٰ غربت سے گزار کر قرب دینا چاہے تو اس امتحان سے بھی گزریں۔ نبی اکرم ﷺ کو جو قرب حاصل ہوا وہ کسی کو نہ حاصل ہوا نہ ہو گا۔ صرف فاقے کرنے سے ہی خدا کا قرب حاصل نہیں ہوتا۔ بعض فاقے کرنے والے انسان خدا سے کچھ تعلق نہیں رکھتے اور لاکھوں اچھے کھانے والے بھی خدا سے تعلق سے محروم ہیں۔ یہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ امارت یا غربت سے یہ محبت نہیں ملتی ہے۔ یہ محبت خدا کی رضا کو مقدم رکھنے سے ملتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چمکیلے سانپ کر دیکھ کو خوش ہونے والا اس کے زہر سے مر جاتا ہے۔ یہی مثال اس شخص کی ہوتی ہے جو خوش ہوتا ہے اور خدا رسیدہ لوگوں سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے لیکن یہ نادانی اور غفلت کی خوشی ہوتی ہے۔ جو لوگ صرف اپنی اورا پنے قریبیوں کی خوشیوں میں ہی خوشی منا رہے ہوتے ہیں اور خدا کی رضا منظور نظر نہیں ہوتی وہ اپنی دنیا اور عاقبت خراب کر رہے ہوتے ہیں اور کچھ پاتے نہیں ایسے لوگوں کی حقیقی عید نہیں کہلا سکتی ۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بعض نیک، خدا رسیدہ اور مخلوق کے حقوق ادا کرنے والے لوگ ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم عیدمنا رہے ہیں۔ اور کچھ وہ لوگ بھی ہیں جنہیں حقیقی عید نصیب نہیں ہوئی اور وہ بھی سمجھتے ہیں ہم عید منا رہے ہیں۔ لیکن ایک تیسری قسم بھی ہے جو ان دونوں سے مختلف ہیں وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں ہم گناہگار ہیں، دل میں خیا ل کرتے ہیں کہ روزے تو رکھے لیکن حق ادا نہیں کیا، شرمندگی ہے، نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور شرمندہ ہیں کہ اللہ کی بتائی ہوئی شرطوں کے مطابق نماز ادا نہیں کر سکے۔ آج بھی رسم اور لوگوں کو دکھانے کے لئے رسم اور عمدہ لباس پہن کر آگیا ہوں مگر اس کا دل رو رہا ہوتا ہے۔ اس کا دماغ پریشان ہوتا ہے اس کی ایک نظر اپنے بھائیوں پر پڑتی ہے اور ایک اپنے پر۔ ہر لقمہ جس کو کھانے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے اس کے حلق سے نہیں اترتا کپڑے دیکھ کر روتا ہے کہ کاش میرا اندرونا بھی صاف ہوتا۔ ہر بار جب نگاہ دوڑاتا ہےتو ندامت سے سر جھکا لیتا ہے۔ دل اپنے گناہوں کی وجہ سے ندامت اور شرمندگی سے پُر ہوتا ہے۔ خیال کرتا ہے کہ اس مجلس میں میں ہی ایسا ہوں ۔نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔نفس ملامت کرتا ہے کہ کیا تمہارے عمل ہیں، اللہ کی طرف جھکتا ہے، ندامت محسوس کرتا ہے، اور یہ احساس اسے بے چین کر دیتا ہے تو خدا اس کے پاس بھاگ کر آ جاتا ہے۔ اللہ اپنے بندے کی توبہ سے زیادہ خوش ہوتا ہے اس شخص سے جس کی اونٹنی صحراء میں گم گئی ہو اور وہ دوبارہ مل جائے ۔ اللہ تعالیٰ انسان کی حسرت اور ندامت کو جانتا ہے ۔وہ بندہ جس کے پاؤں نہیں ندامت کا اظہار کر رہا ہے گرا ہوا ہے اسے اٹھاتا ہوں اپنے پاس لے آتا ہوں ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اگر پہلی قسم نہیں تو تیسری قسم میں ہی شامل ہو جائیں یہ بھی کوئی ایسی قسم نہیں جس سے انسان کا مقام گر رہا ہو۔ کامل حسرت، کامل عجز، کامل غم اور کامل دکھ جو انسان پر طاری ہو جائے تو وہ خدا کا ہو جاتا ہے۔ ان میں سے بننے سے کوشش کریں جنھوں نے اللہ کو پا لیا یا ان میں سے کم از کم بن جائیں جو ندامت کریں اور جان کو رنج کی وجہ سے ایسا ہلاک کریں کہ عرش کا مالک خود چل کر آئے اور انہیں اٹھا کر محبت کے مقام پر بٹھائے۔ یہی عید ہے جو حقیقی خوشیاں دینے والی ہے جو خرچ کروانے کے بجائے انعامات سے نوازتی ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ دوسری قسم کے لوگوں کو بھی حقیقی عید کا ادراک پیدا کروانے کی کوشش کرنی چاہئے۔انسان کو خدا کے حقوق اور خدا کے بندوں کے حقوق کا صحیح فہم ادراک حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ پھر ہماری عیدیں حقیقی عیدیں بن جائیں گی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ دعا کریں ان تمام احمدیوں کے لیے جن کو مذہب کے نام پر تکالیف دی جا رہی ہیں، اسیران کی جلد رہائی کیلئے دعا کریں تا کہ وہ بھی آزادی سے عید کر سکیں، امت مسلمہ کے لیے بہت دعا کریں،سارے لوگوں کے لئے دعا کریں کہ دنیا کے لیڈر اپنی عارضی تسکین کی وجہ سے دنیا کو تباہی کی طرف دھکیل رہے ہیں، اس وباء کی وجہ سے بجائے اللہ کے نزدیک ہونے کے اللہ کے غضب کو مزید بھڑکا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دعا کروائی۔ ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے ذریعے ساری دنیا کے احمدی اس دعا میں شامل ہوئے۔ اس کے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سب کو عید مبارک، دنیا میں رہنے والے سب احمدیوں کو عید مبارک ۔ سب کو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔عید مبارک۔السلام علیکم

بھلا پھر بھی میں کافر ہوں

خدا میرا سہارا ہے بھلا پھر بھی میں کافر ہوں
محمد میرا آقا ہے بھلا پھر بھی میں کافر ہوں

مرا ختم نبوت پہ بڑا واضح عقیدہ ہے
وہ سب نبیوں سے اعلیٰ ہے، بھلا پھر بھی میں کافر ہوں

وہی کلمہ وہی قبلہ وہی قرآں وہی ایماں
وہی افطار و روزہ ہے، بھلا پھر بھی میں کافر ہوں

نمازیں پانچ لازم ہیں زکوٰۃ و حج بھی واجب ہے
نہ اس سے کم نہ بالا ہے بھلا پھر بھی میں کافر ہوں

خدا پر اور فرشتوں پر کتابوں پر رسولوں پر
مرا ایمان پختہ ہے، بھلا پھر بھی میں کافر ہوں

مجھے مکے مدینے سے بڑی گہری محبت ہے
جنم بھومی ہے روضہ ہے بھلا پھر بھی میں کافر ہوں

جو خود پہنوں وہ پہناؤں جو خود لاؤں وہ دلواؤں
یہ میرا بھائی چارہ ہے بھلا پھر بھی میں کافر ہوں

وہ پتلی ہے نگاہوں کی وہ سورج میری دنیا کا
بنا اس کے اندھیرا ہے بھلا پھر بھی میں کافر ہوں

معوذ عزم میرا ہے معاذ اپنا ارادہ ہے
یہ میرا ہاتھ طلحہ ہے بھلا پھر بھی میں کافر ہوں

فراز! اب ڈر نہیں مجھ کو کسی ملاں کے فتوے کا
خدا پہ جو بھروسہ ہے بھلا پھر بھی میں کافر ہوں

اطہر حفیظ فراز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مستورات سے خطاب

برموقع جلسہ سالانہ برطانیہ فرمودہ 4۔اگست 2018ء بروز ہفتہ بمقام حدیقۃالمہدی (آلٹن)

جدیدایجادات کے جائز اور مفید استعمال کی تاکید اور بچوں کی صحیح تربیت کرنے کی نصیحت اور اس کے طریق

ہر عورت جو ماں ہے اور ہر لڑکی جس نے انشاء اللہ تعالیٰ ماں بننا ہے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس ماحول میں محض اور محض اپنے فضل سے بچوں کی ایسی تربیت فرمائے کہ ان میں سے ہر ایک دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا ہو

اپنا نمونہ ایک انتہائی ضروری چیز ہے اور جب اپنے نمونے قائم ہوں گے تو اولاد بھی ان نمونوں پر چلنے والی ہو گی

تربیت کے لئے عقائد کی درستی اور اصلاح بہت ضروری چیزیں ہیں۔ یعنی دینی تعلیم اور تربیت کی فکر اور اس کے لئے انتظام ضروری ہے

نماز پڑھنے کی تلقین کرنا اور نماز پڑھنے کا صحیح طریق سکھانا یہ ماں باپ کا اولین فرض ہے

وقف نو بچوں کی تو خاص طور پر بچپن سے دینی تربیت کرنے کی ضرورت ہے، اخلاق تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے تا کہ بڑے ہو کر وہ دوسروں کی نسبت زیادہ ممتاز ہو کر ابھریں

ایمان بھی کامل اس وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلا جائے اور جب ایمان اس معیار پر پہنچتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو پھر دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

یہ زمانہ جس میں سے ہم گزر رہے ہیں دنیاوی ترقیات کی انتہا کا زمانہ ہے اور اس دنیاوی ترقی نے جہاں انسان کو نئی سے نئی ایجادات کرنے کے مواقع میسر فرمائے ہیں۔ ہر روز اللہ تعالیٰ نے مواقع میسر فرمائے ہیں۔ ہر روز ایک نئی ایجاد سامنے آ رہی ہے یا پرانی ایجاد جو انسان نے اپنے آرام کے لئے کی اس میں مزید بہتری کر کے انسان کے لئے آرام دہ اور کارآمد بنایا جا رہا ہے۔ وہاں بعض ایجادات اور نئی چیزیں نقصان دہ بھی بن رہی ہیں۔ مثلاً فون ہے۔ انسان نے ایجاد کیا کہ پیغام رسانی کے ذرائع میسر آئیں اور فوراً اپنا پیغام دوسرے تک پہنچا دیا جائے۔ دنیا کو اس سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور اب اس فون کے نظام میں ایسی چیزیں شامل کر دی گئی ہیں کہ آپ اپنی تصویر اور تحریر کے ذریعہ سے بھی اپنے پیغام پہنچا دیتی ہیں۔ یہ موبائل فون یا سیل فون(Cell Phone)اتنے عام ہو گئے ہیں کہ غریب ملکوں کے لوگوں کے ہاتھوں میں بھی یہ نظر آتے ہیں۔ بلکہ بعض ملکوں میں یہ ریسرچ ہوئی کہ لوگ ایک وقت کا فاقہ تو کرلیں گے لیکن موبائل فون ضرور لیں گے اور اس کا استعمال کریں گے۔ مثلاً انڈیا میں سو (100) میں سے ستاسی (87) لوگ موبائل فون کا استعمال کرتے ہیں حالانکہ وہاں بڑی غربت ہے۔ پاکستان میں 75فیصد لوگ موبائل کا استعمال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں وہاں مہنگائی بہت ہو گئی اس کے باوجود یہ حال ہے۔ برازیل بھی ایک غریب ملک ہے۔ آج کل تو اس کی معیشت کا بہت ہی برا حال ہو چکا ہے۔ لیکن وہاں بھی اوسطاً ہر شخص کے پاس ایک سے زیادہ فون ہے بلکہ ہر سو آدمی کے پاس 144 فون ہیں۔ اسی طرح ترقی یافتہ ممالک ہیں وہاں کا بھی یہی حال ہے۔ اب ایک طرف تو غریب ملک کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کھانے کے لئے رقم نہیں۔ دوسری طرف موبائل لینے اور اس پر خرچ کرنے کے لئے جو بھی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ موبائل پر فیس بُک (Facebook) ، ٹوئٹر (Twitter) اور دوسری بہت سی لغویات موجود ہیں دلچسپی کے سامان ہیں۔ اور جو بھی چیزیں تفریح کے لئے یا خبر کے لئے یا فساد پیدا کرنے کے لئے ان فونوں پہ موجود ہیں جن کو ہم لغویات ہی کہیں گے اس کے متعلق بہت سارے جو فون بنانے والے ہیں یا فونوں کی ایپلی کیشنز (Applications) بنانے والے ہیں وہ خود تسلیم کر رہے ہیں کہ اس کا نقصان زیادہ ہے۔ بلکہ ایک بنانے والے نے تو یہ کہا غالباً فیس بُک والے نے ہی کہ میں کبھی اپنے بچوں کے لئے پسند نہیں کروں گا کہ وہ ان لغویات میں پڑیں۔ لیکن دوسروں کی تباہی کے سامان کرنے کے ذریعے پیدا کر رہے ہیں یا سامان کر رہے ہیں۔ دولت کمانے کے لئے یہ خود غرضی ہے جو اِن دنیاداروں میں نظر آتی ہے۔ کوئی فکر نہیں کہ دنیا ان چیزوں کے ناجائز استعمال سے کس فساد اور تباہی کی طرف جا رہی ہے۔ فکر ہے تو اپنی اور اپنے بچوں کی۔ اس کے مقابل پر اسلام کی تعلیم دیکھیں کتنی خوبصورت تعلیم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب من الایمان ان یحب لاخیہ مایحب لنفسہ حدیث 13)

اگر اس اصول پر عمل کرتے تو ان ایجادات کی خوبیوں سے تو فائدہ اٹھانے والے ہوتے مگر اس کے نقصانات سے بچ سکتے۔ یہ دنیادار جن کو کوئی رہنمائی نہیں ہے وہ ان نقصان دہ چیزوں میں پڑ کر اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں تو ان کے بارے میں تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ دنیاوی جو چکاچوند ہے اس نے ان کو اپنی طرف کھینچا ہوا ہے۔ لیکن ہم احمدی جن کو قدم قدم پر رہنمائی ملتی ہے ایسی چیزوں میں پڑیں جو تباہی کی طرف لے جانے والی ہوں اور دنیا کی رَو میں بہہ کر ان نقصان دہ چیزوں سے اپنی زندگیاں برباد کر رہے ہوں تو انہیں کوئی عقل مند نہیں کہہ سکتا۔ ہر دنیاوی چیز کو بھیڑ چال میں اختیار نہیں کر لینا چاہئے۔ اپنی عقل بھی استعمال کرنی چاہئے سوچنا بھی چاہئے پھر جائز طور پر ضرورت سے زیادہ استعمال اور اس میں اتنا ڈوب جانا کہ جس طرح ایک نشہ باز کو نشہ میں ڈوب کر دنیاو مافیہا کی خبر نہیں ہوتی اسی طرح اکثر لوگ ہر وقت سیل فون یا آئی پیڈ وغیرہ لے کر بالکل نشہ کی حالت میں رہتے ہیں اور اس کا نقصان یہ ہے کہ گھر ٹوٹ رہے ہیں بچے بگڑ رہے ہیں۔ اب گھریلو زندگی میں ہی مائیں بچوں کو کھانے پر بلاتی ہیں تو اول تو بات نہیں مانتے اور پھر آ جائیں تو اس وقت بھی ہاتھ میں فون یا اس قسم کی چیزیں ہوتی ہیں جس میں کھیلیں ہیں، فلمیں ہیں اور وہ ہر وقت اس کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ پڑھائی کی طرف بعض بچے توجہ نہیں دیتے اور مائیں پھر فکر مند ہوتی ہیں۔ اب تو بعض عقل والے دنیا دار بھی یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ ان ایجادات سے ہمارے گھر کی اِکائی ختم ہو گئی ہے۔ ایک زمانہ تھا جب میاں بیوی بچے آپس میں بیٹھے باتیں کر لیا کرتے تھے۔ پھر ٹی وی آیا تو ٹی وی اکٹھے بیٹھ کر دیکھنے لگ گئے۔ کچھ نہ کچھ ایک اکائی تھی گھر کی۔ لیکن اس کمپیوٹر، سیل فون یا آئی پیڈ یا انڈرائڈ(Android) وغیرہ یہ جو ساری چیزیں ہیں انہوں نے تو رشتوں کو علیحدہ کر دیا، رشتوں کو توڑ دیا ہے۔ گھر کی اکائی ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ تو یہ ایجادات ہر عقل مند کو پریشان کر رہی ہیں اور پھر ہمیں تو اور بھی زیادہ پریشان کرتی ہیں کہ بچوں، نوجوانوں بلکہ بڑوں کو بھی نمازوں کے اوقات کا ہوش نہیں رہتا۔ رات دیر تک ان چیزوں پر بیٹھے رہتے ہیں اور فجر کی نماز کے لئے ہی نہیں اٹھتے۔ جاگ ہی نہیں آتی ان کو۔ مرد ظہر عصر کام پر ہونے کی وجہ سے باجماعت نماز نہیں پڑھ سکتے ۔ مغرب عشاء پر ان لغویات میں ڈوبنے کی وجہ سے باجماعت نمازیں نہیں پڑھ سکتے۔ غرض کہ ان چیزوں نے جہاں فائدہ پہنچایا ہے وہاں ان کے نقصانات بھی ہیں۔ فائدہ

بھی یقیناً ہے۔ ہم ایم ٹی اے اور دوسرے دینی پروگرام، جماعت کے پروگرام، معلوماتی پروگرام وغیرہ ان پر دیکھ لیتے ہیں۔ وہاں ان کے غلط استعمال سے جیسا کہ میں نے کہا کہ فساد بھی پھیلا ہوا ہے۔ پس نئی ایجادات کا فائدہ بھی اس وقت تک ہے جب ان سے جائز فائدہ اٹھایا جائے۔ اب جلسوں پر بھی بعض لڑکے لڑکیاں جلسہ کے پروگرام سننے کی بجائے ان فونوں پر فون میسج کر رہے ہوتے ہیں یا کوئی اُوٹ پٹانگ چیز دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ بھی شکایات آتی ہیں۔ اب یہاں آئے جلسہ سننے کے لئے لیکن یہاں بھی ہاتھوں میں سیل فون ہیں تو جلسہ کے ماحول میں تو خالص ہو کر اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ سیل فون اور آئی فون وغیرہ کی چاہت اتنی بڑھ گئی ہے کہ بعض بچے سات آٹھ نو سال کی عمر سے، نو سال تو زیادہ ہیں، بلکہ سات آٹھ سال کی عمر کے مجھے لکھتے ہیں کہ ہم اپنے ماں باپ کو کہتے ہیں کہ ہمیں فون لے کر دیں اور وہ ہمیں انکار کر دیتے ہیں کہ تم ابھی چھوٹے ہو۔ تو آپ بتائیں کہ کس عمر کے بچوں کو یہ فون استعمال کرنے چاہئیں۔ مجھ سے شاید اس لئے بھی پوچھتے ہیں کہ میں ہمدردی میں ان کو کہوں گا کہ ہاں اپنے ماں باپ کو کہو ضرور لے دیں اور پھر ان کو ایک لائسنس مل جائے گا۔ بہرحال میرا تو جواب یہی ہوتا ہے کہ بچوں کو سیل فون لے کر دینا ہی نہیں چاہئے۔ بعض پھر یہ بہانہ کرکے لکھتے ہیں کہ ہم نے سکول سے بعض ہنگامی حالت میں ماں باپ سے بات کرنی ہوتی ہے۔ اگر کوئی ہنگامی حالت ہو ایسی صورت پیدا ہو جائے تو سکول والے خود ہی اطلاع کر دیتے ہیں اس لئے اس قسم کے عذر بھی قابل غور نہیں ہیں۔ جو ماں باپ اپنے بچوں کو ان لغویات سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں وہ بہرحال قابل تعریف ہیں۔ ایسی بہت بڑی تعداد ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے ویسے بھی اب تحقیق یہی کہتی ہے کہ ایک گھنٹے سے زیادہ بچوں کو ٹی وی اور اس قسم کی سکرین وغیرہ کی دیکھنے والی چیزیں جو ہیں آئی پیڈ وغیرہ ان کو دیکھنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔ ان سے نظریں خراب ہوتی ہیں بلکہ ان کی ڈویلپمنٹ متاثر ہوجاتی ہے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ یہ چیزیں لے کر دیں بچوں کو کھلے میدان میں کھیلنے کی عادت ڈالیں یا پڑھنے کے وقت ان کو کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ تو بہرحال یہ الیکٹرونک ڈیوائسز (Electronic Devices) یا چیزیں جو ہیں بعض حالات میں نقصان دہ بھی ہیں۔ فائدہ مند بھی ہیں۔ اور اب تو اکثر ان کا استعمال نقصان دہ ہوتا جا رہا ہے اور ہمارے بڑوں، عورتوں اور بچوں کو بھی اس کے بے جا استعمال سے بچنا چاہئے اور بچوں کو تو خاص طور پر بچنا چاہئے۔ جب بڑے اس کا بے جا استعمال کر رہے ہوں گے تو بچے تو پھر غلط باتیں سیکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ماؤں کی ایک بڑی تعداد بچوں کی تربیت کا خیال رکھتی ہے اور کم از کم مجھے ملنے والی مائیں جو ہیں یا مجھے خطوط لکھنے والی مائیں جو ہیں ان سے یہی اظہار ہوتا ہے کہ وہ بچوں کے باپوں کی نسبت بچوں کی تربیت کے لئے زیادہ فکر مند ہیں اور فکر مندی کا اظہار کرتی ہیں کہ ان کی صحیح رنگ میں تربیت ہو سکے۔

آجکل کے ماحول میں جب بچے سکول میں بھی دوسرے بچوں سے دنیاوی باتیں زیادہ سیکھ رہے ہوتے ہیں۔ سکول میں آزادی کے نام پر بعض غیر ضروری باتوں کی تعلیم بھی دی جاتی ہے جن کا بچوں کی اس عمر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی کہا جانے لگ گیا ہے کہ بچوں کو آزاد ماحول میں پلنے بڑھنے دینا چاہئے اور کوئی دین اور مذہب نہیں سکھانا چاہئے۔ بچہ خود بڑا ہو کر فیصلہ کرے گا کہ اس نے دین اختیار کرنا ہے یا نہیں اور کون سا دین اختیار کرنا ہے۔ تو جب ایسے حالات ہوں جب ہر طرف سے ایسا ماحول مل رہا ہو جو دنیا کی طرف لے جانے والا ہو تو ایسے میں اگلی نسل کی تربیت ایک بہت بڑا چیلنج ہے جس کا دین دار ماں باپ کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر ماحول اور تعلیمی درسگاہیں ماں باپ پر یہ پابندی لگانے لگ جائیں کہ بچوں کو دین نہیں سکھانا تو اس سے زیادہ خوفناک صورت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کل کو یہ لوگ یہ کہہ دیں گے کہ اخلاق سکھانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بچے بڑے ہو کر خود ہی اچھے اور برے اخلاق کا تعین کر لیں گے۔ تو یقیناً یہ بے چین کر دینے والی باتیں ہیں۔ ان دنیا داروں کی اپنی بات میں بھی تضاد ہے اور ان کے تضاد کی حالت یہ ہے کہ ایک طرف لامذہب بلکہ خدا کو بھی نہ ماننے والے لوگ مذہب کے خلاف بہت بولتے ہیں دوسری طرف یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مذہب نے اخلاق اور civilization بھی سکھائی ہے۔ تو بہرحال مذہب کا انکار کرنے کے باوجود مذہب کی بعض باتوں کے ماننے بغیر ان کو چارہ نہیں ہے۔

ایسے ماحول میں ہم جو زمانے کے امام کو ماننے والے ہیں ہم جو اس دعوے کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں کہ آخری زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونا تھا تا کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرے تا کہ دنیا کو دین اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کرے تو ہمیں تو بہت زیادہ اور محنت سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے دنیا کی لغویات اور برائیوں سے نہ صرف اپنے آپ کو بچانا ہے بلکہ جیسا کہ میں نے کہا اگلی نسلوں کو بھی بچانا ہے اور ان کی ایسے طریق پر تربیت کرنی ہے کہ یہ جاگ آگے پھر لگتی چلی جائے اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل اللہ تعالیٰ کے انعامات سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والی بھی ہو۔ اس کی عبادت کرنے والی بھی ہو۔ اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والی بھی بنتی چلی جائے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا صرف کھڑے ہو کر زبانی عہد کرنے سے گزارا نہیں ہو گا۔ ہم صرف زبانی عہد کرنے والے نہ ہوں بلکہ اس کی عملی تصویر ہوں اور یہ چیز نہ ہم، نہ ہماری نسلیں اپنے زور بازو سے کر سکتی ہیں بلکہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا فضل چاہنے کے لئے اس کے آگے جھکنے کی ضرورت ہے۔ اس سے دعا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی عملی حالتوں کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے عقائد کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔

پس ہر عورت جو ماں ہے اور ہر لڑکی جس نے انشاء اللہ تعالیٰ ماں بننا ہے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس ماحول میں محض اور محض اپنے فضل سے بچوں کی ایسی تربیت فرمائے کہ ان میں سے ہر ایک دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بار بار اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اولاد کی خواہش اور دعا صرف اس لئے نہ کرو کہ یہ ایک طبعی خواہش ہے۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کی اولاد ہو اور صحت مند اولاد ہو۔ عورتیں تو خاص طور پر اس طبعی خواہش کے علاوہ اس وجہ سے بھی اولاد کے لئے فکرمند ہوتی ہیں کہ اولاد نہ ہو تو سسرال کی باتیں سننی پڑتی ہیں۔ بعض دفعہ خاوند کی طرف سے بھی سخت الفاظ سننے پڑتے ہیں۔ بلکہ بعض عورتوں کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے خاوند طلاق دینے کی یا سسرال طلاق دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں تو یہ طبعی خواہش بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے اور ان حالات میں تو خاص طور پر بالکل جائز ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر ایک مرد اور عورت کو اولاد کی خواہش اور اولاد ہونے کے بعد اس کی یہ فکر ہونی چاہئے کہ اولاد نیک، دیندار اور صالح ہو اور اس مقصد کو پورا کرنے والی ہو جو انسان کی پیدائش کا مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بنو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو بیان فرماتے ہوئے فرمایا جس کا خلاصہ میں بیان کرتا ہوں کہ خود جب تک ماں باپ اس مقصد کو پورا نہیں کر رہے ہوں گے تو ان کی اولاد کے بارے میں یہ خواہش ایک فضول اور سطحی خواہش ہے۔(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 371-370)

پس اپنا نمونہ ایک انتہائی ضروری چیز ہے اور جب اپنے نمونے قائم ہوں گے تو اولاد بھی ان نمونوں پر چلنے والی ہو گی۔

ایک جگہ اولاد کی تربیت کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی دعاؤں کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔" فرماتے ہیں "بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بری عادتیں سکھادیتے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتاہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں۔" فرماتے ہیں کہ "جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 373-372)

پس عقائد کی اصلاح بھی انتہائی ضروری ہے مذہب سکھانا بھی انتہائی ضروری ہے اور پھر اس کے بعد اخلاق تو خود بخود آ جائیں گے اگر مذہب سیکھ لیں گے۔ پس تربیت کے لئے عقائد کی درستی اور اصلاح بہت ضروری چیزیں ہیں۔ یعنی دینی تعلیم اور تربیت کی فکر اور اس کے لئے انتظام ضروری ہے۔ اسی طرح اخلاقی حالت کی درستی بھی جیسا کہ میں نے کہا کہ بہت ضروری ہے۔

پس دعا کے ساتھ بچوں پر نظر رکھنا اور ان کو دین سکھانا، ان کے اخلاق بہتر کرنا انتہائی ضروری چیز ہے۔ اس دنیا دار ماحول میں رہ کر دینی تربیت انتہائی ضروری چیز ہے۔ بچوں میں یہ احساس پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ دین ہر چیز پر مقدم ہے۔ بچوں کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ صحیح اور حقیقی اخلاق وہ ہیں جو خدا تعالیٰ نے اور دین نے ہمیں سکھائے ہیں۔ سچائی کا معیار ہے تو وہ قول سدید ہے یعنی ہر بات کو کامل سچائی سے ادا کرنا بیان کرنا۔ کوئی پیچ دار بات بیچ میں نہ ہو۔ بالکل صاف اور ستھری بات ہو۔ اگر ماں باپ اس پر قائم نہیں تو بچوں پر بھی نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ اسی طرح دوسری باتیں ہیں۔ بعض باتیں یہاں کے ماحول میں بری یا اخلاق سے ہٹ کر نہیں سمجھی جاتیں لیکن دین انہیں برا سمجھتا ہے اور غلط کہتا ہے۔ پس اچھے برے کی پہچان کروانا بھی والدین کا فرض ہے اور خاص طور پر جیسا کہ میں نے کہا جب سکولوں میں یہ باتیں سیکھتے ہیں تو متقیوں کا امام بننے کے لئے خود ماں باپ کو متقی بننا ہو گا۔

جس فکر سے دنیاوی تعلیم کا اظہار کیا جاتا ہے کہ یہ حاصل کر لیں اسی فکر کے ساتھ بچوں کی دینی تعلیم کی بہتری کا بھی اظہار ہونا چاہئے اور پھر اس کے لئے کوشش بھی ہونی چاہئے۔ دینی تربیت اور دین کی اہمیت اور عبادتوں کی اہمیت اور ضرورت کا ادراک پیدا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور پھر دس سال کی عمر تک انہیں اس پر سختی سے کاربند کرو۔ نیز ان کے بستر الگ الگ بچھاؤ۔ (سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ حدیث 495)۔ اس عمر میں مائیں بھی بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت کر سکتی ہیں۔ اگر اس فرض کو صحیح رنگ میں ادا کرنے والی ہوں گی تو بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت ہو سکتی ہے۔ آئندہ نسلوں میں پھر عبادالرحمٰن پیدا کرنے والی ہوں گی۔ ہماری اگلی نسلوں میں جب رحمٰن

خدا کے بندے بنیں گے تو شیطان سے دور ہوں گے اور دنیاوی ماحول میں جو قدم قدم پر اپنی تمام تر کوششوں کے ساتھ شیطان حملے کر رہا ہے اور دین سے دُور ہٹانے کے لئے کھڑا ہے اس سے بچنے کے لئے ایک صحیح حقیقی رنگ میں کوشش ہو رہی ہو گی اور یہ سکھانے کے ساتھ ساتھ جیسا کہ میں نے کہا دعائیں بہت ضروری ہیں کیونکہ اس سے صرف خدا تعالیٰ کے آگے جھک کر اور اس سے مدد مانگ کر ہی بچا جا سکتا ہے ورنہ شیطان کے حملے انتہائی خطر ناک ہیں۔ اس لئے تربیت کے لئے سب سے پہلے اپنی دعاؤں کو انتہا تک پہنچائیں اور پھر اپنے بچوں کو دعاؤں کی اہمیت بتائیں اور یہ بتا کر اللہ تعالیٰ سے جوڑنے والا بنائیں۔ یہی ہماری نسلوں کی شیطان کے حملوں سے بچنے کی ضمانت ہے۔ نماز پڑھنے کی تلقین کرنا اور نماز پڑھنے کا صحیح طریق سکھانا یہ ماں باپ کا اولین فرض ہے۔ کس طرح کھڑے ہونا ہے کس طرح نماز میں بیٹھنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بچوں کی انتہائی بچپن میں تربیت کیا کرتے تھے۔ اس بارے میں آجکل ماں باپ سمجھتے ہیں کہ جو ذیلی تنظیمیں ہیں خدام، اطفال، لجنہ یا ناصرات کی یہ ان کا کام ہے کہ ہمارے بچوں کی تربیت کریں اور انہیں نماز سکھائیں۔ انہیں نماز کے طریق سکھائیں یا انہیں اور دینی معلومات سکھائیں۔ بیشک یہ ذیلی تنظیمیں تربیت کرنے اور اکائی پیدا کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں لیکن اس سے ماں باپ کی ذمہ داریاں کم نہیں ہو گئیں۔ بعض مائیں بچوں کو انتہائی بچپن میں دعائیں سکھا دیتی ہیں اور اپنی توتلی زبان میں وہ دعائیں پڑھتے ہوئے بڑے پیارے لگتے ہیں۔ لیکن اکثر جو ہیں اس توجہ سے تربیت نہیں کرتیں اور اس تربیت کو جو ان دعاؤں کو جو انہوں نے سکھائی ہیں وہ اس وقت تک قائم رکھ سکتی ہیں جب تک ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی ان کے لئے دعائیں مانگیں۔ اس تربیت کو جو بچوں کی مائیں کر رہی ہیں نمازوں اور دعاؤں کی اہمیت جو ان کو بتا رہی ہیں اس کو جوانی تک مسلسل جاری رکھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہے تا کہ بڑے ہو کر بھی بچے اس اہمیت کو سمجھ سکیں اور جو ماں باپ یہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے بچے دین سے جڑے رہتے ہیں دنیاوی چیزیں اور دنیاوی خواہشات ان کے لئے ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ باپوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دس گیارہ سال کی عمر کے بعد لڑکوں کو خاص طور پر ان کی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اس بارہ میں میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں اگر باپ اپنا ظاہر و باطن ایک رکھیں گے اپنے نمونے پیش کریں گے تو لڑکے بھی اسی طرح تربیت حاصل کریں گے۔ بہت سے ماں باپ ایسے ہیں جن کو بچوں کی دینی تربیت کی فکر نہیں ہوتی یا انہیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ یہ بھی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو انہوں نے ادا کرنی ہے۔ اگر یہ ذمہ داری ادا نہ کی تو بچے دنیا کی رو میں بہہ کر دین سے دور ہٹ جائیں گے بلکہ خدا سے بھی دور ہو جائیں گے۔ پس بچوں کی دینی تربیت کے معاملے کو ماں باپ کو سرسری طور پر نہیں لینا چاہئے اس کے لئے خاص کوشش اور جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں دنیاوی تعلیم بھی حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور اس میں مقام پیدا کرنا چاہئے اور اس کا شوق پیدا کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ پوزیشن لینے والے بچوں اور بچیوں کے لئے گولڈ میڈل دینے کی سکیم شروع کروائی تھی۔ اب یہ تمام دنیا میں رائج ہے اور گولڈ میڈل تو شاید نہیں دیئے جاتے لیکن میڈل اور سندات دی جاتی ہیں۔ سوائے پاکستان اور انڈیا کے، وہاں گولڈ میڈل دیئے جاتے ہیں۔

آج یہاں بھی تقریب ہوئی ہے ایوارڈ تقسیم کئے گئے ہیں وہ اسی وجہ سے ہیں کہ بچیاں بھی دنیاوی تعلیم حاصل کرنے میں بھی اعلیٰ مقام پر پہنچیں لیکن یہ ہماری زندگی کا آخری مقصد نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تیرے ماننے والے علم و معرفت میں کمال حاصل کرنے والے ہوں گے (ماخوذ از تجلیاتِ الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409) تو اس میں دینی اور دنیاوی دونوں علم شامل ہیں۔ اگر ہم دین کو چھوڑ کر صرف دنیا کے پیچھے چل پڑے تو دین بھی ہاتھ سے جائے گا اور دنیا بھی اور پھر ایسی مائیں اور باپ سوائے اس کے کہ خود بھی دنیا میں ڈوب کر دین کو بھلا بیٹھے ہوں بچوں کے دین سے ہٹنے کی وجہ سے پریشان ہوتے ہیں۔ بڑھاپے میں جا کر پھر خیال آتا ہے کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہم نے بچپن سے ہی تربیت کرکے ان کو خدا تعالیٰ سے نہیں جوڑا۔

پھر اس بات کو بھی تربیت کے نقطۂ نظر سے ماں باپ کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے کہ گھر کا ماحول ایسا پاکیزہ اور سازگار ہو جیسا کہ میں نے کہا کہ ظاہر و باہر ایک ہو۔ دو عملی نظر نہ آئے۔ پھر ہی بچے صحیح طور پر تربیت حاصل کریں گے۔ سچائی ہو اور ہر معاملے میں قول سدید ہو۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے نمونے ظاہر ہوں۔ ہم بچوں کو تو کہیں کہ آپس میں لڑنا نہیں، اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہے، دین اس کی اجازت نہیں دیتا اور اپنی زبان پر بیہودہ الفاظ خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے اولاد کے سامنے کہہ رہے ہوں اور خود ماں باپ غصہ کی حالت میں جب لڑ رہے ہوں تو ان کو پتہ ہی نہ ہو کہ کیا کیا غلط الفاظ ایک دوسرے کے لئے استعمال کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسے بھی خاندان ہیں۔

کئی بچے میرے پاس ایسے ماں باپ کی شکایت کرتے ہیں بلکہ خاص طور پر باپوں کی شکایت کرتے ہیں کہ ہمارے باپ جو ہیں وہ ماں پر زیادتی کر جاتے ہیں اور غلط الفاظ بول جاتے ہیں جس کا ہم پر بڑا اثر ہے۔ مردوں کے اس پاگل پن سے بچوں کی تربیت کے لئے اگر عورتیں خاموش ہو جائیں اور ایک طرف ہو جائیں اور جواب نہ دیں تو کم از کم یہ خاموش طریق بچوں کو اچھے اور برے اخلاق کا پتہ تو دے دے گا۔ لیکن میری اس بات سے مرد یہ بھی نہ سمجھیں کہ انہیں بولنے اور غلط باتیں کہنے کی اجازت مل گئی ہے اور جو مرضی کہتے رہیں اور عورت کا یہ فرض ہے کہ وہ خاموش رہے اور صبر کرے۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ مرد کو بھی اپنے غصہ پر قابو رکھنا چاہئے۔ اپنے آپ کو بےتاج بادشاہ نہ سمجھیں بلکہ خدا تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کریں۔ یاد رکھیں کہ ان کی ہر بات کو اور ہم میں سے ہر ایک کی ہر بات کو اور ان کی زیادتیوں کو خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور جو بھی زیادتیاں وہ مرد کرتے ہیں ان کی ان کو اگر اس دنیا میں نہیں تو آخرت میں سزا ملے گی۔

پس ماں باپ دونوں بچوں کی اعلیٰ تربیت کے لئے اپنے گھر کے ماحول کو ایسا رکھیں کہ بچے اپنے ماں باپ کو اپنے لئے ایک نمونہ سمجھ کر ان کے قریب ہوں ۔

پھر اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ احمدی ماں باپ کا فرض ہے کہ جماعتی اجلاسوں اور پروگراموں میں بچوں کو خود لے کر جائیں۔ بعض تو ایسے ماں باپ ہیں جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ سمجھتے ہیں کہ دینی تعلیم وتربیت صرف نظام جماعت کا کام ہے اور ہم نے کچھ نہیں کرنا اور وہ بچوں کو چھوڑ بھی جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو اس طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔ خود بھی جماعتی پروگراموں میں شامل نہیں ہوتے اور بچوں کو بھی نہیں لاتے۔ پس خود بھی شامل ہوں اور بچوں کو بھی اس کی اہمیت بتائیں۔ پھر ان اجلاسوں میں انتظامیہ کا بھی کام ہے کہ بچوں سے پیار اور شفقت کا سلوک کریں اور انہیں جماعت کے قریب تر کرنے کی کوشش کریں۔ انتظامیہ میں چاہے عورتیں ہیں یا مرد دوسرے کے بچے کو بھی اپنے بچوں کی طرح دیکھنا چاہئے۔ ماں باپ نے جماعتی نظام پر اعتماد کر کے بچے آپ کے پاس بھیجے ہیں تو اس اعتماد پر پورا اتریں۔ بچوں کی تربیت کے لئے گھر اور باہر ہمیں من حیث الجماعت کوشش کرنی ہو گی اور کرنی چاہئے تا کہ اگلی نسل کو سنبھال سکیں اور وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔

یہاں میں اس بات کا بھی ذکر کر دوں کہ ذیلی تنظیمیں اگر بچوں کو سنبھالنے کے لئے پوری کوشش کر رہی ہیں تو جماعتی عہدیدار خاص طور پر مرد صدر جماعت یا کوئی اور عہدیدار بچوں سے ایسا رویّہ دکھاتے ہیں کہ بچے مسجد آنے سے بدکنے لگ جاتے ہیں۔ بعض ایسی شکایتیں بھی آتی ہیں۔ اب ماں باپ جتنی چاہے کوشش کر لیں ان کا کہنا اور ان کی تربیت کوئی فائدہ نہیں دیتی اور ان کی ساری تربیت پر یہ عہدیدار پانی پھیر دیتے ہیں۔

پس تربیت اولاد کے لئے اور دین سے جوڑنے کے لئے یہ ضروری چیز ہے کہ پورا ماحول مددگار ہو۔ لیکن اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے جب بچہ کسی عہدیدار یا کسی بڑے کی وجہ سے جماعتی پروگراموں سے دور جا رہا ہے یا جماعت سے ہٹ رہا ہے تو ماں باپ کو اسے سمجھانا چاہئے کہ اس عہدیدار کی یہ ذاتی کمزوری ہے اس کی وجہ سے تم جماعت سے دور نہ ہو۔ اسی طرح اس عہدیدار کو بھی کہیں۔ ماں باپ خود بھی کہہ سکتے ہیں اور بالا انتظام کو بھی کہیں کہ ان عہدیداران کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ لیکن بہرحال ماں باپ کا اگر بچے کے ساتھ ایک ذاتی تعلق ہو گا تو جو بھی ان کے ساتھ ہو رہا ہو گا وہ بات بھی ماں باپ کو بتائیں گے اور ان کے سمجھانے پر سمجھیں گے بھی۔ میں بار بار اس طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں کہ اس ماحول اور معاشرے میں ماں باپ کا بچوں سے ذاتی تعلق اور ہر بات ماں باپ سے کرنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ صرف اپنے ماحول اور پروگراموں کی بھی بات نہیں ہے بلکہ بچے جو گھر سے باہر دوسرے بچوں میں وقت گزارتے ہیں وہاں بھی وہ مختلف قسم کی باتیں سنتے اور سیکھتے ہیں۔ اگر ماں باپ کے ساتھ وہ یہ باتیں شیئر (share) نہیں کر رہے ہوں گے تو اچھے برے کی تمیز انہیں پتہ نہیں لگے گی اور پھر ان میں اس جھجک اور شرماہٹ کی وجہ سے ایک خلیج پیدا ہوتی چلی جائے گی جسے ختم کرنا پھر بہت مشکل ہو گا۔ ماں باپ اس خوش فہمی میں ہوتے ہیں کہ ہمارا بچہ یا بچی بڑے شریف ہیں باہر کے ماحول کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ لیکن بعض دفعہ ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ ماں باپ اس خوش فہمی یا غلط فہمی کو بعد میں تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں احساس نہیں ہوا کہ کب ہمارا بچہ دین سے دور ہٹ گیا۔ بچپن میں بچہ پاک فطرت ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی فرمان ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ماحول اسے اچھا یا برا کرتا ہے (صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی فمات ... الخ حدیث 1359)۔ دیندار یا دنیا دار بناتا ہے۔ پس ماں باپ کو اپنے بچوں پر یہ نظر رکھنی بھی ضروری ہے کہ بچہ باہر کہاں کھیلنے جا رہا ہے۔ کس قسم کے بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ماں باپ صرف یہ نہ سمجھیں کہ بچوں پر باہر کے ماحول کے اثر پر بھی نظر رکھنی ہے بلکہ جیسا کہ میں نے کہا کہ ماں باپ کے ظاہر رویّوں اور ایک دوسرے سے سلوک کا اثر بھی بچوں پر ہوتا ہے اور وہ ان کی ظاہری حالت اور اخلاق کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح لاشعوری طور پر بچوں پر ماں باپ کی دوسری برائیوں اور میلانات کا بھی اثر ہو رہا ہوتا ہے اور وہ ان کے میلانات سے اور برائیوں سے اثر لیتے ہیں۔ اس لئے ماں باپ کو اپنی اصلاح

کرنے اور اپنی برائیوں سے اگلی نسل کو بچانے کے لئے کوشش بھی کرنی چاہئے اور دعا بھی کرنی چاہئے۔

پھر لڑکوں کی تربیت کے لئے بھی اور لڑکیوں کی تربیت کے لئے بھی یہ ضروری چیز ہے کہ ان میں انصاف قائم رکھا جائے۔ بعض لوگ لڑکوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اس سے جہاں لڑکوں میں خود غرضی پیدا ہوتی ہے، خود سری پیدا ہوتی ہے، خودپسندی پیدا ہو تی ہے اور آخر میں تکبر بھی پیدا ہو جاتا ہے انہی وجوہات کی وجہ سے جو انتہائی برائی ہے وہاں لڑکیوں میں احساس محرومی پیدا ہوجاتا ہے اور اس کو دور کرنے کے لئے وہ پھر بعض اوقات اپنے دوستوں اور سہیلیوں میں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیتی ہیں جو اپنی یعنی لڑکیوں کی آزادی اور اہمیت کے نام پر دین سے دور جانے والی بنا دیتی ہیں۔ پس ایک بچے سے امتیازی سلوک کی وجہ سے صرف ایک بچہ خراب نہیں ہو رہا بلکہ یہ امتیازی سلوک بھائی بہن دونوں کو دین سے دور کرنے والا بن جاتا ہے۔ اس کی طرف احمدی ماؤں کو خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح تربیت کا ایک پہلو یہ بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ بچوں کی کوئی کمزوری یا غلطی دیکھ کر لوگوں کے سامنے انہیں سرزنش نہ کریں۔ انہیں اونچی آواز میں نہ کہیں بلکہ پیار سے وہاں ٹوک دیں اور بعد میں اچھی طرح سمجھا دیں۔ ان کی عزت قائم کریں۔ لیکن بعض لوگ بالکل ہی روک ٹوک نہیں کرتے۔ بچے کو اپنی غلطی کا احساس ضرور دلانا چاہئے۔

ایک بہت ضروری بات جو اس حوالے سے میں کہنا چاہتا ہوں وہ واقفین نو بچوں کے متعلق ہے۔ اکثر والدین کا خیال ہے کہ واقفین نو بچوں کو بچپن میں کچھ نہیں کہنا۔ وہ جو چاہے کرتے رہیں بڑے ہو کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ بڑی غلط سوچ ہے۔ آپ نے جب اپنے بچوں کو وقف کیا ہے تو اس دعا کے ساتھ کہ اے اللہ جو بچہ پیدا ہونے والا ہے اسے میں تیرے دین کی خاطر وقف کرتی ہوں۔ یہ دعا اوریہ اظہار خود اس بات کا متقاضی ہے کہ بچے کی تربیت کے لئے زیادہ کوشش کی ضرورت ہے اور اس تربیت کو کامیاب کرنے کے لئے زیادہ دعا کی ضرورت ہے۔ پس وقف نو بچوں کی تو خاص طور پر بچپن سے دینی تربیت کرنے کی ضرورت ہے، اخلاقی تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے تا کہ بڑے ہو کر وہ دوسروں کی نسبت زیادہ ممتاز ہو کر ابھریں اور دنیاوی دلچسپیاں انہیں اپنی طرف نہ کھینچیں۔ ان کے اخلاق کے معیار دوسروں سے بلند ہوں نہ یہ کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ بدتمیزی کر رہے ہوں۔بچے اگر کسی کے گھر جائیں تو گھر والوں کے ناک میں دم کیا ہو۔ بعض مائیں کہہ دیتی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ واقف نو بچوں کو کچھ نہیں کہنا ان میں اعتماد پیدا کریں۔ ان کا کہنے کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں بدتمیز بنا دیں۔ تین چار سال کی عمر سے ہی بچے کو پیار سے تربیت کی ضرورت ہے۔ بلا وجہ کی ڈانٹ ڈپٹ جو بعض مائیں اور باپ کرتے ہیں اور ان کو عادت ہوتی ہے اس سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے روکا تھا کہ اس طرح نہ کیا کریں اور یہ ہر بچے کے لئے ضروری ہے چاہے وہ واقف نو ہے یا نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے تو اس بات پر بڑی تفصیل سے بیان کیا ہوا ہے کہ ماں باپ بچوں کی بچپن میں صحیح تربیت نہیں کرتے اور جب بچے دوسروں کے گھر جاتے ہیں اور اودھم مچاتے ہیں تو اس کی کوئی حد نہیں ہوتی اور ان گھر والوں کوپریشان کر رہے ہوتے ہیں ۔ انہوں نے تو بچپن سے تربیت کی طرف توجہ دلائی تھی خاص طور پر واقفین نو کو انہوں نے کہا تھا کہ اگر بچے کو گھر میں ہی اخلاق سکھائے ہوں اور غیرضروری اچھل کود اور صوفوں اور چیزوں کو خراب کرنے سے منع کیا ہو تو دوسرے گھر جا کر وہ کبھی ایسی حرکتیں نہ کریں۔ بڑی تفصیل سے انہوں نے یہ باتیں بیان کی ہیں۔ پس یہ ان ماں باپ کی جہالت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بچے کو کچھ نہیں کہنا۔اگر وقف نو بچے کی صحیح تربیت نہیں کرنی اور اسے بچپن سے ہی برائی اور اچھائی کی تمیز نہیں سکھانی اور بچوں پر زیادہ سختی کرنی ہے تو ایک تو آپس میں بہن بھائیوں میں اس وجہ سے Jealousy اور غلط سوچ پیدا ہو رہی ہو گی اور دوسرے اگر بچے رد عمل نہ بھی دکھائیں اور ماں باپ کی روک ٹوک سے تربیت حاصل کر لیں تو تب بھی دوسرے بچے جو ہیں جن کو روکا ٹوکا جاتا ہے وہ وقف نو بچوں سے زیادہ بہتر ہو جائیں گے اور جماعت کو تو ایسے بچوں کی ضرورت ہے نہ کہ وقف نو کا ٹائٹل لگا کر پھر یہ بداخلاق اور بیکار واقفین نو کی جماعت پیدا کرنا یہ جماعت کے کسی کام نہیں آ سکتے۔ پس مائیں اپنے وقف نو بچوں کی ایسی اٹھان کریں کہ وہ دین کے علم کے لحاظ سے بھی دنیاوی علم کے لحاظ سے بھی اور اخلاق کے معیار کے لحاظ سے بھی اور دنیا کی خدمت کے جذبہ کے لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی اعلیٰ معیار پر پہنچیں۔ اس وقت دنیا میں ساٹھ ہزار سے زیادہ واقفین نو بچے ہیں۔ بہت سے بیس سال کی عمر سے اوپر ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جو میڈیسن اور دوسرے پیشہ ورانہ مضامین میں پڑھ کر میدان عمل میں آ گئے ہیں۔ کام کر رہے ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے باقاعدہ طور پر جماعت کو اپنی خدمات پیش نہیں کیں ۔ ہمارے ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور باوجود واقفین نو ڈاکٹروں کے ہم اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکے۔ اسی طرح بعض دوسرے پیشے ہیں۔ ایسے وقف نو کا جماعت کو کیا فائدہ۔ بعض آتے بھی ہیں پھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں کہ الاؤنس کم ہے، جماعت کم الاؤنس دیتی ہے۔ وقف تو نام ہی قربانی کا ہے۔ ماؤں کی اپنے بچوں کی اس نہج پر تربیت کی ضرورت ہے کہ تم نے پڑھ لکھ کر اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے پیش کرنا ہے اور اس کے لئے جتنی بھی بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑے دینی ہے۔ تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ماؤں نے اپنے بچوں کے وقف کرنے کے عہد کو نبھایاہے۔ ورنہ ایک ظاہری امتیاز ہے وقف نو اور غیر وقف نو بچے کا جس کا جماعت کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پس ان باتوں کی ماں باپ کو ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں خاص کوشش کریں اور جماعتی ضروریات کو پورا کرنے کی روح اپنے بچوں میں پیدا کریں۔ انہیں وقف کی اہمیت کا احساس دلائیں ۔ورنہ کسی معاملے میں بھی وقف نو بچے سپیشل نہیں ہیں کہ سپیشل ہونے کے نام پر ان کی تربیت ہی نہ کی جائے۔ سپیشل ہونے کی خصوصیات کا دو سال پہلے میں نے کینیڈا کے خطبہ میں ذکر کیا تھا اس کو سامنے رکھیں اور اسے لائحہ عمل بنا کر بچوں کی تربیت کریں۔

عمومی طور پر بچوں کی تربیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ گھروں میں نظام جماعت پر اعتراض یا غلط رنگ میں باتیں نہ ہوں۔یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بچوں کے ذہنوں میں یہ باتیں بیٹھ جاتی ہیں اور پھر وہ سمجھتے ہیں کہ سارا نظام ہی ایسا ہے اور پھر وہ ایک قدم اور آگے جاتے ہیں اور خلیفۂ وقت پر اعتراض کرتے ہیں اور جب یہ اعتراض شروع ہو جاتے ہیں تو پھر وحدت سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور جماعت سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اور جماعت سے تعلق اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے اور اپنے دل میں جماعت سے پیار اور محبت کا اگر جذبہ ہے تو اس کو ظاہر کرتے ہوئے اپنے گھروں میں ایسی باتوں سے پرہیز کریں۔ اگر کہیں یہ باتیں نہیں بھی ہو رہیں تو یہ سوچ نہیں ہونی چاہئے کہ ہماری شکایت نہ ہو جائے اور ہم پر کوئی ایکشن نہ لے لیا جائے بلکہ اس سوچ سے گھروں میں خلافت اور جماعت کے احترام کے متعلق باتیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا یہ حکم ہے۔ بندوں سے ڈرنے کی بجائے خدا تعالیٰ سے ڈریں۔ اور وحدت کے جس نظام کو ہم نے حاصل کیا ہے اسے ہم نے ضائع نہیں ہونے دینا۔ اگر کسی عہدیدار سے شکوہ ہے تو خلیفہ وقت تک اپنی بات پہنچا دیں اور پھر معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑیں۔ یہی چیز ہے جو اگلی نسلوں کو جماعت اور خلافت سے جوڑ کر رکھے گی۔لڑکیوں کی تربیت کے لحاظ سے اس بات کو بھی سب سے زیادہ اہمیت دیں کہ ان میں حیا کا مادہ زیادہ سے زیادہ پیدا کرنا ہے۔ مغربی ماحول میں آزادی کے نام پر جو بے حیائی پھیل رہی ہے اور مغربی ماحول جو سر ننگے کروا رہا ہے تو آپ نے دین کے نام پر حیا کو قائم کرتے ہوئے سروں کو ڈھانکنا ہے اور ہوشمند لڑکیوں کو بھی یہ خیال رہنا چاہئے۔ خود ان کو یہ احساس ہونا چاہئے۔ اس کے لئے ماؤں کے اپنے نمونے سب سے زیادہ ضروری ہیں۔ بچہ تو ماں باپ کی نقل کرتا ہے جیسا کہ میں نے کہا اور لڑکیاں خاص طور ماؤں کی۔ گزشتہ دنوں ایک عزیزہ ملنے آئی اس کی دو اڑھائی سال کی بیٹی ہے، اپنی ماں کے منہ پر بار بار نقاب ڈال رہی تھی اور گھر کے ماحول کی وجہ سے ماں اسے اتار دیتی تھی تو بچی زبردستی اس کے منہ پر نقاب ڈال کر کہہ رہی تھی کہ وہ والا پردہ کریں۔ یعنی جو پردہ آپ باہر کرتی ہیں اور صحیح پردہ ہے وہ پردہ کرو۔ اب چھوٹی بچی کے ذہن میں یہ ہے کہ میری ماں کا یہ پردہ ہے اور یہ اس کے لباس کا حصہ ہے جب بھی اس ماں نے اپنے گھر سے نکلنا ہے چاہے کسی کے گھر بھی جائے تو ایسا پردہ ہونا چاہئے۔ پس جب تک مائیں اپنے بچوں کے سامنے ایسے نمونے رکھتی رہیں گی چھوٹی بچیوں میں بھی پردے کی اہمیت پیدا ہوتی رہے گی اور عورت کی حیا کے مقام کی اہمیت پیدا ہوتی رہے گی اور اس قرآنی حکم کی اہمیت پیدا ہوتی رہے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے سروں کو اوڑھنیوں سے ڈھانپو اور اپنی زینت غیر مردوں سے چھپاؤ۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت سی عورتیں اور لڑکیاں جب مسجد میں اور جماعتی فنکشنز میں آتی ہیں تو بقول اس بچی کے جو اس چھوٹی بچی نے کہا تھا کہ ان کا وہ والا پردہ ہو تا ہے اور جب بازاروں میں پھر رہی ہوتی ہیں تو وہ والا پردہ تو علیحدہ بات ہے یہ والا پردہ بھی نہیں رہتا جو انتہائی خوفناک چیز ہے۔ اور وہ حیا اور وہ تقدس جو اسلام عورت کا قائم کرنا چاہتا ہے اس کو ماحول اور فیشن کے زیر اثر ختم کر دیتے ہیں یا پھر ماحول کی وجہ سے شرم آتی ہے اور پھر حیا سے جب شرم آنی شروع ہو جائے تو پھر بے حیائی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ پس اگر شرم آنی چاہئے تو بے حیائی سے شرم آنی چاہئے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے شرم آئے۔ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کے ایک حکم سے دوری بہت سے حکموں سے دوری کی طرف لے جاتی ہے۔ پس اگر اگلی نسلوں کی تربیت کرنی ہے تو اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر سنجیدگی سے چلنے کی ضرورت ہے۔ اپنی نسلوں کی تربیت کے لئے اپنی دعاؤں کو قبول کروانا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلنے کی ضرورت ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دعا کو قبول کروانے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ (البقرہ:187) کہ یعنی میرے حکم کو قبول کرو اور مجھ پر ایمان لاؤ۔ اس پر عمل کی ضرورت ہے۔ پس ایمان بھی کامل اس وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلا جائے اور جب ایمان اس معیار پر پہنچتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو پھر دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ پس اگلی نسلوں کو سنبھالنے کے لئے اپنے نمونے کی بھی ضرورت ہے اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سب کو توفیق عطا فرمائے اور ہماری نسلیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے والی پیدا ہوتی چلی جائیں۔

اب دعا کر لیں۔ (دعا)

سعید احمد خرم

خلفاء احمدیت کا عشقِ رسول ﷺ

یقیناً ہر مسلمان آنحضرت ﷺ سے محبت کرتا ہے اور آپؐ کی سیرت طیبہ کو بیان کرکے اظہار محبت کرنے کو اپنی خوش قسمتی اور باعث ثواب سمجھتا ہے۔اس زمانہ میں آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سب سے زیادہ بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔آپؑ نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ مجھے جو کچھ بھی ملا ہے وہ نبی کریمؐ کی سچی محبت اور کامل متابعت کے فیض سے ہی ملا ہے۔ آپ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے ایسے سچے عاشق تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ کو بذریعہ رؤیا ’’ھذا رجل یحب رسول اللّٰہ‘‘ کی سند حاصل ہوئی۔

(براہین احمدیہ جلد چہارم ،روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 598)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں۔

’’ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خداتعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں۔ وہ بجز وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں۔ جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے۔ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ۔(المائدہ :36) تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راستے سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔ اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں۔’’ھٰذَا بِمَا صَلَّیۡتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ‘‘

`(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 131 حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شب و روز اپنے محبوب آقاؐ پر درود و سلام بھیجنے میں گزرتے اور آپؑ کا کلام،کیا تقریر اور کیا تحریر،عشق رسول ﷺ کے بیان سے لبریز ہے اور اس کی نظیر نہیں ملتی ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ صرف اپنے آقاؐ سے عشق و محبت کا اظہار فرمایا بلکہ اپنے پیارے آقا ﷺ پر ہونے والے ہر اعتراض اور دشمن کے ہر ناپاک حملے کا مسکت اور مدلل جواب بھی دیا۔قرآنی تعلیم کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی زندگی میں آنحضرت ﷺ کی توہین کرنے والوں اور آپ ﷺ کے پاک وجود پر ناپاک حملے کرنے والوں سے اعراض کیا۔ ایک آریہ پنڈت لیکھرام جو آنحضورؐ کے خلاف دشنام دہی کرتا تھا ایک سفر میں آپ کو ملا اور دو بار آپ کو سلام کیا لیکن آپؑ نے جواب نہ دیا اور بعد میں فرمایا۔

’’ہمارے آقا کو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے۔‘‘

(سیرت المھدی حصہ اول۔نیا ایڈیشن ۔ صفحہ 254)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ میں خلافت کا نظام قائم ہوا ۔جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے محبوب آقا ﷺ سے محبت کا مجسم نمونہ تھے اور آپؑ کا کلام اپنے پیارے آقا ﷺ کی محبت سے معمور ہے،ویسے ہی خلفاء احمدیت کے پاک وجود اپنے آقا و مطاع ﷺ کی محبت میں سرشار ہیں۔خلفاء احمدیت کے تحریرات، خطابات و خطبات سیرت النبی ﷺ اور آپؐ سے عشق کے بیان سے بھرے پڑے ہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ ان سب کا احاطہ کرنا ایک ناممکن امر ہے۔اس کے علاوہ جماعت کو رسول پاکؐ سے محبت کرنے ،آپ کی ذات پر مخالفین کے حملوں کا جواب دینے اور آپؐ کی سیرت کی اشاعت کرنے کے لئے خلافت احمدیہ کی عملی کوششیں ایک الگ بحر ناپیداکنار ہیں۔چنانچہ ان سب امور کا مختصر تذکرہ قارئین کے لئے پیش خدمت ہے۔

مجھے رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں۔

’’مجھے اللہ تعالیٰ کے محض فضل سے رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے اور آپؐ کی عظمت کا علم مجھے دیا گیا ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 501)

آنحضرت ﷺ کی راہ کے سوا ،سب راہیں بند ہیں

ایک اور جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں۔

’’آنحضرت ﷺ....کامل انسان اللہ تعالیٰ کا سچا پرستار بندہ تھا اور ہماری اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ان کے سوا الٰہی رضا ہم معلوم نہیں کر سکتے اور اسی لئے فرمایا قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ....جس طرح پر اس نے اپنے غیب اور اپنی رضا کی راہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ظاہر کی ہیں اسی طرح پر اب بھی اس کی غلامی میں وہ ان تمام امور کو ظاہر فرماتا ہے۔اگر کوئی انسان اس وقت ہمارے درمیان آدم،نوح، ابراہیم، موسیٰ،عیسیٰ،داؤد،محمد،احمد ہے تو محمد ﷺ ہی کے ذریعہ سے ہے اور آپ ﷺ ہی کی چادر کے نیچے ہو کر ہے۔کوئی راہ اگر اس وقت کھلتی ہے اور کھلی ہے تو وہ آپ ﷺ میں ہو کر،ورنہ یقیناً یقیناً سب راہیں بند ہیں۔کوئی شخص براہ راست اللہ تعالیٰ سے فیضان حاصل نہیں کر سکتا۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 1 صفحہ 463)

تو ہم کو محبوب ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں۔

’’ایک دفعہ مجھے رؤیا ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنی کمر پر اس طرح اٹھا رکھا ہے جس طرح چھوٹے بچوں کو مشک بناتے ہوئے اٹھاتے ہیں پھر میرے کان میں کہا: تو ہم کو محبوب ہے۔‘‘

(حیات نور از شیخ عبد القادر سوداگر مل صفحہ 519-520)

وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

’’نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعودؑ کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت ﷺ کی ہتک کرتے ہیں اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے،وہ کیا جانیں کہ محمد ﷺ کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے،اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اسکی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم ہوتی ہے۔اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں،وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں،وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب نہ تلاش کروں۔ میرا حال مسیح موعودؑ کے اس شعر کے مطابق ہے کہ

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 503)

حضرت مصلح موعودؓ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

محمدؐ پر ہماری جان فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا راہنما ہے
مرا ہر ذرہ ہو قربان احمدؐ
مرے دل کا یہی اک مدعا ہے
ہو اسی کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شہنشاہِ ہر دوسرا ہے

(کلام محمود صفحہ 35-36)

’’رسول کریمؐ کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہوں گے۔‘‘

1927ء میں ایک آریہ سماج راجپال نے ’’رنگیلا رسول‘‘ نامی کتاب شائع کی۔ نیز امرتسر کے ہندو رسالہ ’’ورتمان‘‘ نے مئی 1927ء کی اشاعت میں ایک بے حد تکلیف دہ مضمون شائع کیا جس میں حضوراکرم ﷺ کے بارہ میں توہین آمیز باتیں لکھی گئیں اور آپ ﷺ کی شانِ مبارک میں گستاخی کی انتہا کی گئی۔اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے ایک پوسٹر الفضل میں شائع کروایا جس کا عنوان تھا۔

’’رسول کریمؐ کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہوں گے۔‘‘

(الفضل 10جون 1927۔انوار العلوم جلد 9 صفحہ 547)

اس پوسٹر میں آپؓ، نبی اکرمؐ سے عشق و محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہٗ نفسی و اھلی کو اپنی ساری جان اور سارے دل سے پیار کرتے ہیں اور ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ ان پاکبازوں کے سردار کی جوتیوں کی خاک پر بھی فدا ہے.....ہماری جانیں حاضر ہیں،ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں جس قدر چاہیں ہمیں دکھ دے لیں لیکن خدا را نبیوں کے سردار محمد مصطفی ﷺ کو گالیاں دے کر آپؐ کی ہتک کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ نہ کریں کہ اس ذات بابرکات سے ہمیں اس قدر تعلق اور وابستگی ہے کہ اس پر حملہ کرنے والوں سے ہم کبھی صلح نہیں کر سکتے۔ہماری طرف سے بار بار کہا گیا ہے اور میں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جنگل کے درندوں اور بن کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے ۔لیکن ان لوگوں سے ہرگز نہیں ہو سکتی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے ہیں ۔‘‘

(انوار العلوم جلد 9 صفحہ 552-553)

جلسہ ہائے سیرت النبی ﷺ کے انعقاد کی تحریک

حضرت مصلح موعودؓ نے اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ آپؓ نے آنحضرت ﷺ کی پاک و مطہر سیرت و سوانح کو پھیلانے کے لئے سیرت النبی ﷺ کے جلسوں کی تجویز فرمائی۔چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں۔

’’لوگوں کو آپؐ پر حملہ کرنے کی جرات اسی لئے ہوتی ہے۔کہ وہ آپؐ کی زندگی کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں۔یا اسی لئے کہ وہ سمجھتے ہیں دوسرے لوگ ناواقف ہیں اور اس کا ایک ہی علاج ہے جو یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سوانح پر اس کثرت سے اور اس قدر زور کے ساتھ لیکچر دیئے جائیں کہ ہندوستان کا بچہ بچہ آپ کے حالات زندگی اور آپ ﷺ کی پاکیزگی سے آگاہ ہوجائے.....پس سارے ہندوستان کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو رسول کریم ﷺ کی پاکیزہ زندگی سے واقف کرنا ہمارا فرض ہے اور اس کے لئے بہترین طریق یہی ہے کہ رسول کریم ﷺ کی زندگی کے اہم شعبوں کو لے لیا جائے۔ اور ہر سال خاص انتظام کے ماتحت سارے ہندوستان میں ایک ہی دن ان پر روشنی ڈالی جائے۔تاکہ سارے ملک میں شور مچ جائے اور غافل لوگ بیدار ہو جائیں۔‘‘

(الفضل 10جنوری 1928)

آپ نے ان جلسوں کے لئے یکم محرم 1347ھ بمطابق 20جون 1928ء کا دن مقرر فرمایا جسے بعد میں شیعہ فرقہ کے مسلمانوں کی بآسانی شمولیت کے پیش نظر 17جون میں تبدیل کر دیا گیا ۔چنانچہ مؤرخہ 17جون 1928ء کو ہندوستان کے طول و عرض میں یہ جلسے ہوئے۔ قادیان میں بھی جلسہ ہوا جو اپنے اندر مرکزی شان رکھتا تھا۔حضرت مصلح موعودؓ نے ’’دنیا کا محسن‘‘ کے عنوان پر تقریر فرمائی ۔

سیرت النبی ﷺ کے حوالہ سے تقاریر

حضرت مصلح موعودؓ نے خود بھی ان جلسہ ہائے سیرت النبیؐ میں جو بعد کے سالوں تک منعقد ہوتے رہے ،میں سیرت النبی

ﷺ کے موضوع پر بطور خاص روشنی ڈالی اور آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ قارئین کے لیے ان تقاریر کی ایک فہرست پیش خدمت ہے جو انوار العلوم کی جلدوں میں شائع شدہ ہیں۔ سیرت النبیؐ کے حوالہ سے ان کا مطالعہ کر کے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

1۔ رسول کریمؐ کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہوں گے۔
2۔ رسول کریمؐ کی عزت کا تحفظ اور ہمارا فرض۔
(انوار العلوم جلد 9)
3۔ عورتوں کو غلامی سے نجات دلانے والا نبیؐ۔
4۔ دنیا کا محسن۔
5۔ رسول کریمؐ ایک انسان کی حیثیت میں۔
6۔ رسول کریمؐ ایک نبی کی حیثیت میں۔
7۔ توحید باری تعالیٰ کے متعلق آنحضرتؐ کی تعلیم۔
(انوار العلوم جلد 10)
8۔ رسول کریمؐ ایک ملہم کی حیثیت میں۔
9۔ رسول کریمؐ ایک دشمن کی نظر میں۔
10۔ عرفان الٰہی اور محبت باللہ کا وہ عالی مرتبہ جس پر رسول کریمؐ دنیا کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ (انوار العلوم جلد 11)
11۔ نبی کریمؐ کے پانچ عظیم الشان اوصاف۔
12۔ آنحضرتؐ کی سادہ زندگی۔
13۔ رسول کریمؐ نے صحیح تمدن کی بنیاد رکھی۔
(انوار العلوم جلد 12)
14۔ رحمۃ للعالمین ﷺ۔
15۔ اسوہ کامل۔ (انوار العلوم جلد 13)
16۔ آنحضرت ﷺ اور امن عالم۔ (انوار العلوم جلد 15)

ہماری زبان سے درود کثرت سے نکلے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 15مارچ 1968ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دعا ”سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ“ جو تحمید اور درود پر مشتمل ہے، پڑھنے کی پوری جماعت کو تحریک فرمائی۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

”ساری جماعت پر میں فرض قرار دیتا ہوں کہ اس طریق پر کہ بڑے کم از کم 2سو بار، جوان 1سو بار اور بچے 33 بار اور جو بہت ہی چھوٹے ہیں وہ 3 دفعہ دن میں تحمید اور درود پڑھیں۔ اس طرح کروڑوں صوتی لہریں خدا تعالیٰ کی حمد اور نبی اکرمؐ پر درود پڑھنے کے نتیجہ میں فضا میں گردش کھانے لگ جائیں گی۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگنی چاہیے کہ اے خدا ہمیں توفیق عطا کر کہ ہماری زبان سے تیری حمد اس کثرت سے نکلے اور تیرے محبوب محمد ﷺ پر ہماری زبان سے درود اس کثرت سے نکلے کہ شیطان کی ہر آواز ان کی لہروں کہ نیچے دب جائے اور تیرا ہی نام دنیا میں بلند ہو اور ساری دنیا تجھے پہچانے لگے۔“

(خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 79-80)

پیارے نبی ﷺ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہو

خلافت سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک مضمون بعنوان ”زبان“ لکھا تھا جو ماہنامہ انصار اللہ اور بعد میں الفضل میں شائع ہوا۔ اس میں آپؒ فرماتے ہیں۔

”پیارے نبی ﷺ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہو۔ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی اکرم ﷺ پر ہر آن اور ہر لحظہ درود اور سلام بھیج رہے ہیں۔ مظہر صفات الٰہیہ اور فرشتہ صفت بنو اور نبی ﷺ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہو۔ تا اس کی برکت سے ہماری زبانوں سے حکمت و معرفت کی نہریں جاری ہوں“

(حیات ناصر صفحہ 310 بحوالہ روزنامہ الفضل 9 جنوری 1976ء)

ہمیں تو محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں کی خاک پیاری ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ مخالفین کی اس دعوت کہ اگر احمدی امام الزمانؑ کو چھوڑ دیں تو ہم احمدیوں کو سینہ سے لگا لیں گے، کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”ہمارا بھی ان کو وہی جواب ہے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کا جواب ہے کہ خدا کے مقابل پر ہمیں سینہ سے لگانے والو! ہم ان سینوں پر تھوکتے بھی نہیں ہیں۔ خدا کے مقابل پر، لعنت ڈالتے ہیں ان سینوں پر جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے دشمنوں کا جذبہ اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ ہمیں تو محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں کی خاک ان سینوں سے کروڑوں، اربوں گنا زیادہ پیاری ہے۔“

(خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 750 خطبہ جمعہ فرمودہ 21 دسمبر 1984ء)

آپؒ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

اے شاہ مکی و مدنی سید الوریٰ
تجھ سا مجھے عزیز نہیں کوئی دوسرا
ہیں جان و جسم سو تری گلیوں پہ ہیں نثار
اولاد ہے، سو وہ ترے قدموں پہ ہے فدا
اے میرے والی مصطفیٰؐ اے سید الوریٰ
اے کاش ہمیں سمجھتے نہ ظالم جدا جدا

(کلام طاہر صفحہ 4-5)

ہماری فتح تو وہی فتح ہے جو ہمارے آقا ﷺ کی فتح ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

”ہماری فتح نہ سپین کی فتح ہے نہ ہندوستان کی فتح ہے، نہ یورپ کی فتح ہے، نہ امریکہ کی فتح ہے، نہ جاپان کی، نہ چین کی، کسی ایشیائی ملک کی فتح ہماری فتح نہیں۔ دنیا کے کسی جزیرہ کی فتح ہماری فتح نہیں۔ ہماری فتح تو وہی فتح ہے جو ہمارے آقا ﷺ کی فتح ہے.... پس آنحضرتؐ فاتح ادیان عالم ہیں۔ ہمارا یہ نعرہ ہونا چاہیے۔ اے اللہ! اس فاتح ادیان عالم پر سلام بھیج اور درود بھیج۔ جس کی رحمتوں اور برکتوں سے ہم قدم آگے بڑھا رہے ہیں... آنحضرتؐ پر ہر فتح کے وقت درود بھیجے چاہییں کہ ان شاء اللہ جتنے بھی ادیان باطلہ یا ان کے اجزاء ہمارے ہاتھوں پر فتح ہو گئے ان سارے قلعوں کی فتوحات حضرت محمد ﷺ کے سر کا سہرا ہیں۔ ہم تو ادنیٰ غلام ہیں، خاکِ پا ہیں اس آقاؐ کے، جس کے صدقے اور جس کے طفیل یہ چھوٹی چھوٹی فتوحات نصیب ہو تی ہیں۔“

(خطبات طاہر جلد 1 صفحہ 213 خطبہ جمعہ فرمودہ 15۔اکتوبر 1982ء)

تمام تیر جو ہمارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ پر چلائے جارہے ہیں اپنے سینوں پر لیں

خلافت رابعہ کے عہد میں بھی دشمنان اسلام کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی پاک ذات پر حملے کیے گئے ۔ سلمان رشدی کی بدنام زمانہ کتاب Satanic Verses، 1989ء میں سامنے آئی، جس میں نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر نہایت گندے اور غلط قسم کے بے بنیاد اعتراضات کئے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس کے جواب میں 2 خطبات جمعہ 24 فروری 1989ء اور 3 مارچ 1989ء کو ارشاد فرمائے۔ ان میں ایک جگہ آپؒ فرماتے ہیں۔

”احمدیت کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ کے لئے آنحضور ﷺ کے سامنے سینے تان کے کھڑی ہو جائے۔ جس طرح حضرت طلحہؓ نے کیا تھا کہ جو تیر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر برسائے جارہے تھے اپنے ہاتھ پر لئے اور ہمیشہ کے لئے وہ ہاتھ بے کار ہو گیا اس طرح اپنا سینہ سامنے تان کر کھڑا ہو جائے تمام تیر جو ہمارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ پر چلائے جارہے ہیں اپنے سینوں پر لیں یہ اسلام ہے یہ اسلام کی محبت ہے اس طرح اسلام کا دفاع ہونا چاہیے۔“

(خطبہ جمعہ 24 فروری 1989ء۔ خطبات طاہر جلد 8 صفحہ 131)

میرے سید و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کی عزت وناموس پر کوئی ہاتھ نہ ڈالے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”میں آج صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے سید و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کی عزت و ناموس پر اگر کوئی ہاتھ ڈالنے کی ہلکی سی بھی کوشش کرے گا تو وہ خدا تعالیٰ کے اس فرمان کہ اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ (الحجر:96) یقیناً ہم استہزاء کرنے والوں کے مقابل پر تجھے بہت کافی ہیں، کی گرفت میں آجائے گا اور اپنی دنیا اور آخرت برباد کر لے گا۔“

(خطبہ جمعہ 21 جنوری 2011ء، روزنامہ الفضل 8 مارچ 2011ء)

آنحضرت ﷺ کے محاسن کو بیان کرو

خلافت خامسہ کے موجودہ دور میں یولینڈ پوسٹن نے 30 ستمبر 2005ء کی اشاعت میں اپنے Cultural Page پر نبی اکرمؐ سے منسوب 12 خاکے شائع کئے اور ان میں بانی اسلام کو (نعوذ باللہ) دہشت گرد ظاہر کیا گیا۔ پھر فروری 2006ء کے پہلے ہفتہ میں دنیا بھر کے مختلف اخبارات نے یہ توہین آمیز خاکے دنیا میں شائع کئے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کی تردید میں خطبات ارشاد فرمائے جو اب کتابی صورت میں بعنوان ”اسوہ رسول ﷺ اور خاکوں کی حقیقت“ شائع ہو چکے ہیں۔ آپ نے یہ 5 خطبات 10 فروری 2006ء سے 10 مارچ 2006ء تک ارشاد فرمائے۔ خطبہ جمعہ 10 فروری 2006ء میں حضور انور نے خاکوں کی اشاعت کا ذکر کر کے اسلامی دنیا کی طرف سے ہونے والے احتجاج کی مذمت کی اور یہ بات ظاہر کی کہ مسلمانوں کے غلط ردّعمل سے مخالفین اسلام کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے۔ حضورانور نے آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی تلقین کی۔ آپ فرماتے ہیں۔

”یہی اسلوب ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام نے سکھایا کہ اس قسم کی حرکت کرنے والوں کو سمجھاؤ۔ آنحضرت ﷺ کے محاسن کو بیان کرو، دنیا کو ان کی خوبصورت اور روشن پہلوؤں سے آگاہ کرو جو دنیا کی نظر سے چھپے ہوئے ہیں اور اللہ سے دعا کرو کہ یا تو اللہ تعالیٰ ان کو ان حرکتوں سے باز رکھے یا پھر خود ان کو پکڑ لے۔“

(اسوہ رسول ﷺ اور خاکوں کی حقیقت صفحہ 12۔ خطبہ جمعہ 10 فروری 2006ء ۔ روزنامہ الفضل 7۔اپریل 2006ء)

کثرت سے درود شریف پڑھنے کی تحریک

حضور انورایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ان توہین آمیز خاکوں کا جواب جماعت احمدیہ کو درود شریف سے دینے کا ارشاد فرمایا۔

”پس یہ آگ ہے جو ہر احمدی نے اپنے دل میں لگانی ہے اور اپنے درد کو دعاؤں میں ڈھالنا ہے۔ لیکن اس کے لئے پھر وسیلہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہی بننا ہے۔ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو کھینچنے کے لئے، دنیا کی لغویات سے بچنے کے لئے، اس قسم کے جو فتنے اٹھتے ہیں ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے آنحضرت ﷺ کی محبت کو دلوں میں سلگا رکھنے کے لئے، اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے، آنحضرت ﷺ پر بے شمار درود بھیجنا چاہئے۔ کثرت سے درود بھیجنا چاہئے۔ اس پُر فتن زمانے میں اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کی محبت میں ڈبوئے رکھنے کے لئے اپنی نسلوں کو احمدیت اور اسلام پر قائم رکھنے کے لئے ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (الاحزاب:57) کہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجا کرو کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔“

(اسوہ رسول ﷺ اور خاکوں کی حقیقت صفحہ 20۔ خطبہ جمعہ 10 فروری 2006ء ۔ روزنامہ الفضل 7۔اپریل 2006ء)

دنیا کی فضا کو درود شریف سے بھر دو

نیز فرمایا: ’’ہمارا بھی کام ہے جنہوں نے اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے اس عاشق صادق اور امام الزمان کے سلسلے اور اس کی جماعت سے منسلک کیا ہواہے کہ اپنی دعاؤں کو درود میں ڈھال دیں اور فضا میں اتنا درود صدق دل کے ساتھ بکھیریں کا فضا کا ہر ذرہ درور سے مہک اٹھے اور ہماری تمام دعائیں اس درود کے وسیلے سے خدا تعالیٰ کے دربارد میں پہنچ کر قبولیت کا درجہ پانے والی ہوں۔یہ ہے اس پیار اور محبت کا اظہار جو ہمیں آنحضرت ﷺ کی ذات سے ہونا چاہئے اور آپؐ کی آل سے ہونا چاہیے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 24فروری 2006ء روزنامہ الفضل 12/اپریل 2006)

سیرت النبی ﷺ کو پھیلاؤ اور اسوہ رسول ﷺ کی عملی تصویر بن جاؤ

2012ء میں جب بدنام زمانہ اسلام مخالف فلم Innocence of Muslims منظر عام پر آئی جس میں رسول کریم ﷺ اور ازواج مطہرات کی توہین کی گئی تو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تین خطبات ارشاد فرمائے ۔آپ نے ظالموں کے اس فعل پر نہایت غم کا اظہار کیا۔ آنحضرت ﷺ کی مبارک سیرت کا ذکر خیر اور آپؐ کامقام و مرتبہ کو بیان کیا۔نیز مسلمانوں کو اس شرمناک فعل پر صحیح رد عمل دکھانے کی تلقین کی۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’اس عظیم محسن انسانیتؐ کے بارے میں ایسی اہانت سے بھری ہوئی فلم پر یقیناً ایک مسلمان کا دل خون ہونا چاہیے تھا اور ہوا اور سب سے بڑھ کر ایک احمدی مسلمان کو تکلف پہنچی کہ ہم آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق اور غلام صادق کے ماننے والوں میں سے ہیں۔جس نے ہمیں آنحضرت ﷺ کے عظیم مقام کا ادراک عطا فرمایا۔پس ہمارے دل اس فعل پر چھلنی ہیں،ہمارے جگر کٹ رہے ہیں ہم خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہیں کہ ان ظالموں سے بدلہ لے،انہیں وہ عبرت کا نشان بنا جو رہتی دنیا تک مثال بن جائے۔‘‘

نیز فرمایا:دنیاوی لحاظ سے ایک احمدی اپنی سی کوشش کرتا ہے کہ اس سازش کے خلاف دنیا کو اصل حقیقت سے آشانا کرے اور اصل حقیقت بتائے۔آنحضرت ﷺ کی سیرت کے خوبصورت پہلو دکھائے۔اپنے ہر عمل سے آپ کے خوبصورت اسوہ حسنہ کا اظہار کر کے اور اسلام کی تعلیم اور آپ کے اسو ہ حسنہ کی عملی تصویر بن کر دنیا کو دکھائے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 21ستمبر 2012ء۔الفضل 20نومبر 2012ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم بھی اپنے آقا و مطاع ﷺ سے سچی محبت کرنے والے اور آپؐ کی کامل اطاعت کرنے والے بن جائیں اور خلیفۃ المسیح کے تمام ارشادات پر عمل کرنے والے ہوں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین

بقیہ از صفحہ 10۔الفضل سے کیا پایا

طرح الحمدللہ میرے پاس سینکڑوں مضامین کے حوالہ جات محفوظ ہیں۔

لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ میں نے الفضل کے مطالعہ سے یہ مفید سلسلہ شروع کیا۔ اس کے علاوہ بھی الفضل کے مطالعہ سے بہت فائدہ ہوا یہ تو صرف ایک مثال ہے۔

ان حوالہ جات سے فائدہ اٹھانے کا ایک سلسلہ یہ بنا کہ ایک عزیز کو تقریری مقابلہ کے لئے تقریر لکھ کر دی تو ان کا پیغام ملا کہ میرے ایک دوست کے لئے بھی

تقریر لکھ دیں چنانچہ ایک اور تقریر لکھ دی گئی اور اس طرح یہ سلسلہ ہر سال بڑھتا رہا ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب گزشتہ دس سال سے دنیا بھر میں ہر سال بیسیوں تقاریر بھجوانے کی توفیق مل رہی ہے اور سینکڑوں تقاریر لیپ ٹاپ میں محفوظ ہیں۔

ہدیۂ نعت

رہِ ھُدیٰ میں محمدؐ ہی نام برتر ہے
ہر ایک خُلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے
وہ اپنے حسن میں بامِ کمال پر بھی ہے
جمال پر ہے اَوجِ جلال پر بھی ہے
محبتوں کی بدولت تو بخششوں کے طفیل
ہر ایک اُمتی شاخِ نہال پر بھی ہے

دل و نظر میں مقامِ محمدیتؐ ہے
ہے رُوح سجدہ میں موجِ خیال پر بھی ہے
دُرودِ پاک کی محفل تو آج گھر گھر ہے
ہر ایک خُلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے

ہے ناز رحمتِ عالم پہ ہم غلاموں کو
جو اپنے ہاتھ سے کرتا تھا سارے کاموں کو
جبینِ عجز بھی پالان کو لگی جا کر
درخت جھکنے لگے راہ میں سلاموں کو
کلام اُس پہ جو اُترا اَتم ہے افضل ہے
نماز اُس نے پڑھائی ہے سب اماموں کو
نہ اُس کو فخر ہے اِس پر کہ سب سے بہتر ہے
ہر ایک خُلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے

بلا کا رُعب ہے اُس حسن کے تصور میں
کشش ہے اَمر میں اور جذب ہے تہوُّر میں
سکوتِ لب میں ہے پنہاں حرا کی تنہائی
نکات کھلتے ہیں ہر لفظ پر تدبر میں
دُرود پڑھتے ہیں پڑھ پڑھ کے ہم سنورتے ہیں
قدم قدم پہ ہیں اَفضال اُس تذکر میں
عدو کے واسطے اُس کی نظر تو اَخگر ہے
ہر ایک خُلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے

کلام اُس کا امامُ الکلام ٹھہرا ہے
مقام اُس کا ہی عالی مقام ٹھہرا ہے
بہت سے گزرے ہیں پہلے بہت سے گزریں گے
غلام اُس کا ہی ذِی احتشام ٹھہرا ہے
نظر اُٹھا نہ سکے اور نظر ملا نہ سکے
کہ اُس کی نظروں میں ایسا نظام ٹھہرا ہے
ثبات اُس کو ہے باقی تمام صرصر ہے
ہر ایک خُلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے

سروں میں سب سے سُریلی صدا بھی اُس کی ہے
ہر اک نگاہ میں جچتی اَدا بھی اُس کی ہے
حیات اُس کی ہے صادق فنا بھی اُس کی ہے
لقا بھی اُس کو ہے حاصل بقا بھی اُس کی ہے
وہی ہے خاتم و اَکمل اَتم ہے اُس کا وجود
یہ نعت اُس کی ہے ہر اِک ثنا بھی اُس کی ہے
غلام ہے یہ مرا دل جو اُس کے در پر ہے
ہر ایک خُلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے

میں صدقے جاؤں ہر آنسو کے جو حرا میں گرا
ایک ایک اشک سے چشمۂ ہُدیٰ کا بہہ نکلا
ہے زیرِ بار ہر اک علم پیارے قرآں کا
جو میرے اُمی لقب پر ہے آن کر اُترا
وُہی تو چشمہ رَواں ہے کتاب و حکمت کا
غلام بانٹتا پھرتا ہے اُس کا ہر قطرہ
ملا مقام یہ اَحمد کو اُس میں مر کر ہے
ہر ایک خُلق میں ہر اک نبی سے بڑھ کر ہے

احمد منیبؔ

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ إِنِی أَسْأَلُكَ الھُدَی، وَالتُّقَی، وَالعَفَافَ، والغِنَی

(مسلم کتاب الذکر)

ترجمہ:اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت و تقویٰ کا طلب گار ہوں۔ اور پاکیزگی اور آسودگی چاہتا ہوں۔

یہ پیارے رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حصول تقویٰ و پاکیزگی کی دعا ہے۔ حضرت عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ دعا کثرت سے پڑھتے تھے۔

(قدسیہ محمود سردار)

حافظ عبدالحمید

میں نے الفضل سے کیا پایا

الحمد للہ باقاعدگی سے الفضل کے مطالعہ کی توفیق مل رہی ہے۔ ہر صبح الفضل کا مطالعہ کرناایسے ہی ہے جیسے انسان سیر کے لئے ایک خوبصورت باغ میں جائے جہاں ہر طرف رنگ برنگے پھول کھلے ہوں،ایسے پھول جو ہمیشہ خوشبو دیتے ہیں اور کبھی نہیں مرجھاتے۔

مضامین کا انتخاب بہت اچھا ہے۔اداریہ میں گہرے علمی مضامین کی بجائے بہت آسان الفاظ اور مثالوں سے بات سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے جس سے بہت فائدہ ہورہا ہے۔ نو آموز شعراء کا کلام بھی اچھا سلسلہ ہے۔الفضل کی پوری ٹیم مبارک باد کی مستحق ہے ۔

ماشاء اللہ الفضل کے تمام سلسلے بہت اچھے اور مفید ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ،احادیث نبوی ﷺ اور ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطالعہ سے یہ فکر اور سوچ پیدا ہوتی ہے کہ ہم نے سفرِ آخرت کے لیے کیا زادِ راہ تیار کیا ہے؟

یقیناً ہمیں اپنی زندگی کے بارے میں اللہ کے آگے جواب دہ ہونا ہے کہ ہم نے دنیامیں وقت کیسے گزارا۔اس آخری زمانے میں ابلیس اپنے تمام تر حربوں اور سازوسامان سے لیس ہوکر انسانیت کے راستے میں آن کھڑا ہوا ہے ایسے میں ہمیں خلیفہ وقت کے خطبات سے رہنمائی ملتی ہے کہ اس لہو ولعب میں زندگی کیسے گزاری جائے ۔

اک دکھ کا سمندر نظر آتی ہے یہ دنیا
اک شخص مگر اس میں جزیرے کی طرح ہے

خلافتِ احمدیہ اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔زندگی کی تپتی زمین پر جب تلوے ہی کیا روح تک سلگنے لگتی ہے تو ایسے میں الفضل میں شائع ہونے والے خلفاء احمدیت کی قبولیتِ دعا کے واقعات جسم و جاں میں امید اور شادابی بھر دیتے ہیں،بے تواں جسم میں جیسے جاں سی آجاتی ہے اور نقاہت سے چُور آنکھیں آسمان کی طرف دیکھنے لگتی ہیں اور سوالی حضورِ انور کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھ کر رحمتِ باری کا منتظر ہوتا ہے۔

وہ جس پہ رات ستارے لئے اترتی ہے
وہ ایک شخص دعا ہی دعا ہمارے لئے
دیئے جلائے ہوئے ساتھ ساتھ رہتی ہے
تمہاری یاد تمہاری دعا ہمارے لئے

الفضل میں شائع ہونے والے ایمان افروز واقعات ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں ۔ایک ایک واقعہ ہمیں دعوتِ عمل دیتا ہے کہ ان واقعات کوپڑھ کر ایک لمحہ کے لیے خوش ہو جانے اور سر دھننے پر ہی بس نہ کردیں بلکہ ان پاک نمونوں کو اپنی زندگیوں میں جاری و ساری کریں۔

ہمارے بزرگوں نے جن راہوں پر چلتے ہوئے اپنی منزل کو پایا،ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی ان راہوں پر پوری وفا کے ساتھ آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں اور جس علَم کو ہمارے آباؤاجداد نے سرنگوں نہیں ہونے دیا ہم بھی جان،مال اور وقت کی قربانی کرتے ہوئے احمدیت کے نام پر ہر گز ہر گز کوئی آنچ یا دھبہ نہ آنے دیں!

اپنے اجداد کی تاریخ پہ ناز ہے ہمیں
اُن کی سینچی تہذیب کا پاس ہے ہمیں

الفضل میں وفات یافتگان کا ذکر پڑھ کر اُن کے لئے دعائے مغفرت کی توفیق ملتی ہے اورحضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد یاد آتا ہے۔ فرمایا: ’’اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائیگی۔‘‘(رسالہ الوصیت،روحانی خزائن جلد20صفحہ 306)

اوڑھ کر مٹی کی چادر بے نشاں ہو جائیں گے
ایک دن آئے گا ہم بھی داستاں ہو جائیں گے

وفات کی خبریں پڑھ کر دل یہ فیصلہ کرتا ہے کہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی دولت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے یقیناً یہ وہ زادِ راہ ہے جو آخرت میں انسان کے ساتھ جاتا ہے اور یہی وہ سچی اور حقیقی دولت ہے جو میدانِ حشر میں بھی اس کی دستگیری کرے گی۔

الفضل میں دعا کے اعلانات پڑھ کر سب کے لئے دعا کی توفیق ملتی ہے ۔دوسروں کے لئے دعا کرنارحمتِ الٰہی کو جذب کرنے کا نہایت اہم ذریعہ ہے ۔

حضرت مصلح موعودؓنے قبولیتِ دعاکے جو 15 طریق بیان فرمائے ہیں اُن میں سے تیسرا طریق یہ بیان فرمایا ہے۔ ’’بوقت دعا کسی دوسرے کی تکلیف کو دور کیا جائے۔‘‘جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کے کسی بندے سے ایسا سلوک کرے گا تو اسکی وجہ سے خدا تعالیٰ اس کے دکھ اور مشکل کو دور کر دے گا۔

خدا کا بندہ وہی ہے مری نگاہوں میں
جو ہو شمار ہر انساں کے خیر خواہوں میں

الفضل میں بچوں کے قرآن کریم ناظرہ کادَور مکمل کرنے پر آمین کے اعلانات پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے ۔اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جنہوں نے ’’مبارک تقریب آمین‘‘ کا آغاز فرمایا۔ جب بچہ پہلی دفعہ قرآن کریم مکمل کر لیتا ہے تو احمدی گھرانوں میں بغرضِ دعا تقریب منعقد کی جاتی ہے تاکہ بچہ کو یہ احساس ہو کہ میرا پہلا فرض قرآن مجید کو ختم کرنا تھا۔ الحمدللہ کہ میں نے ختم کر لیا اور دوسرے بچے جو شامل ہوں ان کو تحریک ہو جائے کہ ہم بھی جلدی جلدی پڑھیں۔آمین کی تقریب قرآن کریم سیکھنے کا شوق پیدا کرنے میں مددگار ثابت ہوئی ہے۔اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا۔

’’آمین منانے کا کتنا اچھا طریق رائج ہوا ہے یہ سنت حسنہ ہے جو دین میں داخل ہوئی ہے۔ اس سنتِ حسنہ سے فائدہ اٹھائیں بچوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا کریں۔‘‘

(پروگرام ملاقات اردو کلاس 1994ء۔الفضل 5/اکتوبر2002ء)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ نے بچوں کے دل میں قرآن کریم پڑھنے کا شوق پیدا کرنے کے لئے ایک بہت پیاری نظم تحریر فرمائی تھی۔

قرآن سب سے اچھا قرآن سب سے پیارا
قرآن دل کی قوت قرآن ہے سہارا
اللہ میاں کا خط ہے جو میرے نام آیا
استانی جی پڑھاؤ جلدی مجھے سپارا
پہلے تو ناظرے سے آنکھیں کروں گی روشن
پھر ترجمہ سکھانا جب پڑھ چکوں میں سارا
مطلب نہ آئے جب تک کیونکر عمل ہے ممکن
بے ترجمے کے ہرگز اپنا نہیں گزارا
یا رب تو رحم کر کے ہم کو سکھا دے قرآں
ہر دکھ کی یہ دوا ہو ہر درد کا ہو چارا
دل میں ہو میرے ایماں سینے میں نورِ فرقاں
بن جاؤں پھر تو سچ مچ میں آسماں کا تارا

جماعتِ احمدیہ دنیا بھر میں خدمتِ انسانیت کی توفیق پا رہی ہے۔الفضل میں شائع ہونے والی رپورٹس پڑھ کر دعا کی توفیق ملتی ہے۔

یقیناً راہِ یار میں عشق و وفا کے سنگ میل نصب کرنیو الے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ آج کے دَور میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنا تن من دھن خدمتِ انسانیت کے لئے قربان کرنے والوں پر رشک آتا ہے، وفاؤں کے پتلے یہ پیارے لوگ جو نہ دن دیکھتے ہیں نہ رات۔

دنیا بھر میں آگ کے دریا خوش دلی سے عبور کرتے ہوئے خدمتِ انسانیت میں مصروف ایسے وجود دنیا کے لئے ایک مثال اور احمدیت کے عظیم روحانی انقلاب کا منہ بولتا ثبوت ہیں ۔

فرزانوں کا یہ ظرف کہاں یہ حوصلہ ہے دیوانوں کا

جماعت احمدیہ دنیا بھر میں، تعلیمی، تربیتی ،تبلیغی اور فلاحی میدان میں گرانقدر خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ غیر بھی اس کا اقرار کرتے ہیں ۔ چنانچہ ایک مخالفِ احمدیت مولانا ظفر علی خاں صاحب نے کہا۔

’’احراریو! کان کھول کر سنو! تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔۔۔مرزا محمود کے ساتھ ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے ایک اشارے پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے۔ مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔‘‘ (ایک خوفناک سازش196 مصنفہ مولوی مظہر علی اظہر)

پھیلائیں گے صداقتِ اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں

الفضل میں احمدی شعراء کا کلام پڑھ کر بہت لطف آتا ہے۔شاعر ہر وادی میں گھومتا ہے لیکن احمدی شعراء کی دنیا سب سے الگ ہے وہ وادیوں کے انتخاب میں دوسروں سے الگ اور ممتاز ہیں۔وہ اُن وادیوں میں گھومتے ہیں جہاں محبتِ الٰہی کے پھول کھلتے ہیں،جہاں نعتِ مصطفویﷺ کی پاکیزہ کلیاں جھومتی ہیں۔احمدی شعراء کی پسندیدہ بستیاں ذکرِ الٰہی،ذکرِ رسولؐ، اطاعتِ امام آخرالزماں اور خلافت سے محبت و وفاداری کا سبق ہیں۔اُن کے ہاں بادہ و ساغر کہے بغیر تو بات بن جاتی ہے لیکن اسلامی تعلیم کے مختلف پہلوؤں کے دلنشیں ذکر کے بغیر بات نہیں ہوتی۔ آج کل کے ماحول میں ایسی شاعری کی ضرورت ہے جس سے دلوں میں خود پرستی کی بجائے خُدا پرستی کی شمعیں فروزاں ہوں۔خدا کرے کلام کی یہ پاکیزگی ہمیشہ بڑھتی رہے اور بہت سے دلوں کو دین کے اعلیٰ مقاصد کے لئے گرماتی رہے۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

احمدی طالبعلموں کی نمایاں کامیابیوں کی خبریں پڑھ کر دل شکر کے ترانے گاتا ہے۔بچوں کی پیدائش کے اعلانات پڑھ کر زبان پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعائیہ اشعار آجاتے ہیں۔

کر ان کو نیک قسمت دے ان کودین و دولت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
اہلِ وقار ہوویں فخرِ دیار ہوویں
با برگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں

الفضل کے مطالعہ سے انسان کے علم میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری عمر اس وقت57سال ہے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے پندرہ سال کی عمر سے الفضل کا مطالعہ کرنا شروع کیا تھا الحمد للہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

خاکسار کا طریق رہا ہے کہ اہم حوالہ جات نوٹ کرلیتا،اسی طرح بہت سے مضامین فوٹو کاپی کی صورت میں ترتیب سے فائلوں میں محفوظ کرلیتا۔ الفضل میں ایک دوست نے اپنے والد صاحب مرحوم کے بارہ میں مضمون لکھا تو اس میں یہ ذکر کیا کہ والد صاحب ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے بچوں کے پاس امریکہ آگئے تو سارا دن فارغ ہوتے تھے۔ والد صاحب نے اپنے آپ کو مصروف رکھنے کے لئے بچوں سے کمپیوٹر چلانا سیکھا اور مضمون وار فائلیں بنا کر ان میں حوالہ جات نوٹ کرتے۔

چنانچہ اس کے بعد میں نے بھی لیپ ٹاپ میں فائلیں بنا کر حوالہ جات نوٹ کرنے شروع کردیئے اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔اس

باقی صفحہ 9 پر

ثوبیہ انس۔کینیڈا

مکرم ملک انصارالحق شہید اور28مئی کی چند یادیں

کرونا وباء نے جہاں دنیا کا نظام بالکل مکمل طور پر بدل کے رکھ دیا ہے لیکن ایک بات جو وہ نہ بدل سکا وہ تو ہمارے پیارے امام کی شہداء کے بچوں سے بے حد محبت اور شفقت ہے جو آج بھی پہلے ہی کی طرح جاری و ساری ہے۔

چند دن پہلے عیدالفطر کے موقع پر پیارے حضور کی طرف سے مسلسل دس سالوں سے شہداء کے بچوں کو بھجوائی جانے والی عیدی کا نقدتحفہ ملا تو دل میں خواہش ہوئی کہ 28 مئی 2010ء کے بارے میں اپنی کچھ یادوں کو تحریر کرنے کی کوشش کروں۔

ٹھیک دس سال قبل 28 مئی کے ہی روز میرے اباجان مسجد دارالذکر لاہور میں شہادت کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔یہاں ٹورنٹو میں تقریباً فجر کا وقت تھا جب ہماری لاہور کی دو مساجد پر حملہ شروع ہوا۔اور دنیا بھر کے میڈیا پر اس حملے کی خبر بریکنگ نیوز کے طور پر اسی وقت آنی شروع ہوگئی۔باقی فیمیلیز کی طرح ہماری فیمیلی میں بھی تشویش کی ایک لہر دوڑ گئی اور ہم سب رشتے داروں نے ایک دوسرے کو فون کرنے شروع کردیئے۔جب یہ حملہ ختم ہوا تو ہم سب دعاؤں کے ساتھ اپنے اباجان کی تلاش میں لگ گئے۔اس وقت ایک عجیب سی بے یقینی کی کیفیت تھی۔ہر کوئی اپنے پیاروں کو تلاش کررہا تھا۔اور لاہور کے مختلف ہسپتالوں کے چکر لگا رہا تھا۔اس وقت کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا؟ مختلف ہسپتالوں میں زخمیوں کی فہرست چیک کی جارہی تھی۔ساتھ ساتھ ہی شہید ہوجانے والوں کی میتوں کی شناخت کا مشکل ترین کام بھی ہورہا تھا۔چند تو شناخت کے قابل بھی نہ تھیں۔اس سارے عرصے میں ہمیں بار بار امید پیدا بھی ہوتی تھی کہ شائد ہمارے والد زخمیوں میں ہوں لیکن بار بار یہ امید ٹوٹ بھی جاتی تھی۔یہاں تک کہ میری فیملی کے کچھ افراد نے ایک مردہ خانے میں پڑی ہوئی میتوں میں سے ایک کی بطور اباجان کے شناخت کرلی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مجھے پاکستانی وقت کے مطابق تقریباً رات بارہ بجے جبکہ یہاں ٹورنٹو میں دوپہر کے تین بج رہے تھے انکی شہادت کی کنفرم اطلاع ملی۔میرا پاکستانی پاسپورٹ جو کہ میرے کینیڈا کی امیگریشن کے وقت 2005 میں لاہور سے بنا تھا وہ پانچ سال کی مدت کے بعد اپریل 2010 میں Expire ہوچکا تھا۔جسکی اس وقت فوری تجدید ممکن نہ تھی۔خوش قسمتی سے سانحہ 28 مئی سے ایک ہی ہفتہ پہلے 21 مئی کو میری کینیڈین سٹیزنشپ کی oath ceremony ہوچکی تھی۔ جبکہ میری دونوں بیٹیوں آنسہ اور عائشہ جن کی عمریں اس وقت تین اور چار سال تھیں انکے بھی کینیڈین پاسپورٹ ابھی تک نہیں بنے تھے۔اس پریشانی کے عالم میں ہم فوراگھرسے سیدھا پاسپورٹ آفس Yonge& Sheppard پہنچے جبکہ ہمارے پاس پاسپورٹ کی Application بھی نہیں تھی۔اس وقت شام کے سواچار بج چکے تھے اور پاسپورٹ آفس بند ہونے میں صرف 45 منٹ باقی تھے۔پاسپورٹ آفس کے ہال میں اس وقت بہت لوگ تھے۔خیر جب دروازے پر موجود سیکیورٹی گارڈ کو اس سانحہ لاہور اور میرے اباجان کی شہادت کا بتایا گیا تو اس نے کمال ہمدردی سے ہمیں ایک ایسا ٹکٹ نمبر ایشو کیا جو صرف چند سیکنڈز کے بعد ہی وہاں پر لگی ہوئی LCD سکرین پر Flash کرنے لگ گیا یعنی ہماری بغیر کسی انتظار کے کاؤنٹر پر فوری باری آگئی۔جب ہم اس کاؤنٹر نمبر 17 پر پہنچے تو اس وقت 4بجکر20منٹ ہو چکے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت تک دنیا کے تمام بڑے Media Outlets پر لاہور سانحہ کی Breaking News بار بار آ چکی تھی(CNN, BBC,CBC) اور اتفاق سے کاؤنٹر نمبر 17 پر موجود خاتون بھی یہ خبر سن چکی تھی۔اس خاتون نے ہمیں 3 Applications لاکر دیں اور ہمیں اسی کاؤنٹر پر ہی کھڑے کھڑے ہی فل کرنے میں بہت مدد کی۔جب سب کچھ مکمل ہوا تو اس وقت تک 4:50 ہو چکے تھے اور ہمیں اپنے مینیجر سے ملنے کے بعد یہ خوشخبری سنائی کہ ہمارے تینوں پاسپورٹ ابھی فوری مشین سے تیار کیے جائیں گے اور اگرچہ پاسپورٹ آفس 5 بجے بند ہورہا ہے لیکن ہمارے تینوں پاسپورٹ کی تیاری تک ان کے اسٹاف کے کچھ افراد کام کرتے رہیں گے۔اور بغیر ہمارے کسی مطالبے کے ان تینوں کینیڈین پاسپورٹس کی ارجنٹ فیس معاف کردی گئی ہے اور ہمیں کہا گیا کہ ہم پاسپورٹ آفس سے باہر انتظار کریں۔تقریباً ایک گھنٹے انتظار کے بعد شام چھ بجے ہمارے تینوں کینیڈین پاسپورٹ باہر لاکر ہمیں دیئے گئے۔

چونکہ وہ پاسپورٹ ابھی ابھی تازہ مشین سے تیار ہوکر باہر نکلے تھے تو وہ بے حد گرم تھے۔

ہم آج بھی اس گمنام سیکیورٹی گارڈ۔اس کاؤنٹر نمبر 17 پر کام کرنے والی فرشتہ صفت اور ہمارے تصور سے بھی زیادہ ہمدرد خاتون اور پاسپورٹ آفس کی برانچ مینیجر کے احسانات کو یاد کرتے رہتے ہیں۔اللہ تعالی ان تینوں انسان نماء فرشتوں کو زندگی کی ہر خوشی عطاکرے۔آمین

پاسپورٹ کے حصول کے بعد جب ہم گھر واپس پہنچے تو ایک طرف تو افسوس کے لئے ہمارے گھر پر آنے والوں کا نہ ختم ہونے والا تانتا بندھا ہوا ہے جن سب سے ملنا بھی ضروری تھا اور دوسری طرف ہمیں اندازہ ہوا کہ ابھی تو ایک اور رکاوٹ بھی باقی ہے۔چونکہ ہم تینوں کے پاس نادرا کا بدقسمتی سے Overseas Pakistani ID Card اس وقت تک نہ تھا تو ہمیں ان تینوں کینیڈین پاسپورٹ پر اب پاکستان کا Visitor VISA بھی لازمی تھا۔شام کے سات بج چکے تھے۔اور پاکستان کی ایمبیسی تو دو گھنٹے پہلے ہی پانچ بجے بند ہوچکی تھی اور اب اس نے دو دن کے بعد سوموار کو کھلنا تھا۔اور PIA کی اگلی Direct Flight نے اتوار کو ٹورنٹو سے پاکستان کے لئے روانہ ہونا تھا۔خیر پریشانی کے اس عالم میں اللہ کا نام لےکر پاکستان کے سفیر سے Ottawa میں رابطہ کرکے ساری صورتحال بتا کر contact نمبر چھوڑ دیا گیا اور اللہ سے کسی معجزہ کا انتظار کرنے لگے تقریباً رات دس بجے ہمیں کال آئی کہ ان شاءاللہ کل بروز ہفتہ 29 مئی 2010 کو پاکستان کا کونسلیٹ آفس ٹورنٹو صبح دس بجے سے بارہ بجے صرف دو گھنٹوں کے لئے کھولا جائے گا۔ہم اگلی صبح ساڑھے نو بجے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔خیر تھوڑی دیر میں ہی انکے اسٹاف کے دو افراد پہنچ گئے اور اللہ کے فضل سے ہمارے تینوں پاسپورٹ پر پاکستان کے ویزے لگ گئے۔الحمدللہ رب العٰلمین۔اتوار 30 مئی کی PIA کی فلائیٹ کی ٹکٹیں بھی خرید لی گئی اور ہم اللہ کے فضل سے پاکستان روانہ ہوگئے۔اور میری فیملی کے باقی سارے افراد میرے پاکستان پہنچنے پر ہی میرے شہید والد کے جنازے اور تدفین کا انتظام پہلے سے ہی کررہے تھے۔اٹھارہ سال کی چھوٹی عمر میں ہی میری شادی 2003 میں ہوئی تھی اور اس سانحہ لاہور کے روز میں بمشکل 25 سال کی تھی اور دو بچوں کی ماں بھی تھی۔25 سالہ انسان کے اعصاب عام طور پر ابھی اتنے قوی اور مضبوط نہیں ہوتے اور یہ میرا شادی کے باعث کینیڈا آنے کے بعد پاکستان کا پہلا سفر بھی تھا۔میرا پاکستان کا وہ سفر خاصا مشکل اور طویل ثابت ہوا جبکہ میرے شوہر محترم حافظ انس ملک صاحب بھی اس سفر میں میرے ساتھ کسی مجبوری کے باعث نہ جاسکے تھے۔جب میں اپنے شہید والد کا چہرہ دیکھنے کی شدید خواہش لیکر پاکستان ائیرپورٹ سے اپنی دونوں بچوں کے ساتھ باہر نکلی تب مجھے پتہ چلا کہ میرے اباجان کی تدفین اس وقت سے آٹھ گھنٹے پہلے ہی ہوچکی تھی جبکہ میری فلائیٹ شائد یورپ کے اوپر ہوگی۔تب ہی مجھے پتہ چلا کہ میرے شہید والد کا جسم گولیوں سے چھلنی تھا اور لاہور کے سروسز ہسپتال اور پھر جماعت کے تمام ڈاکٹروں کی رائے میں ان کی فوری تدفین کی ضرورت تھی ورنہ اس بات کا شدید خدشہ تھا کہ ان کی باڈی خدانخواستہ انکے جسم کے اندر موجود گولیوں کی وجہ سے کہیں پھٹ نہ جائے۔یہی میرے اللہ کی مرضی تھی۔میں اپنے خاندان میں اکیلی تھی جو باوجود فوری پاکستان جانے کے اپنے والد کا چہرہ نہ دیکھ سکی۔اگرمیں کسی بھی مجبوری کے باعث پاکستان نہ جاسکی ہوتی تب تو اور بات ہوتی۔سانحہ لاہور کے چند روز بعد ہی حضور انور کا بہت ہی پیارا اور یادگار فون ہماری فیملی کو آیا جس میں حضور نے ازراہ شفقت ہماری والدہ کے علاوہ ہم سب بہن بھائیوں سے بڑی تفصیل سے بات کی اور ہماری اس غم کی کیفیت کو ایک ناقابل بیان خوشی اور ایک بہت بڑے اعزاز میں بدل دیا۔پھر اس بے حد محبت بھرے فون کے بعد ہمارے گھر کے ہر فرد کو حضور کا محبت بھرا دو صفحات پر مشتمل تعزیت کا خط بھی ملا جو ہمارے لئے ایک قیمتی اثاثہ ہے۔اللہ تعالی پیارے حضور کو صحت و سلامتی کے ساتھ لمبی عمر عطا کرے۔آمین

۔اللہ کے فضل سے تقریباً ایک سال اپنی والدہ کے پاس رہنے کا پاکستان میں موقع مل گیا اور میں اگلے سال مارچ 2011ء میں کینیڈا واپس آئی۔سانحہ لاہور میں اس روز میرے اباجان کے علاوہ ہمارے خاندان میں تین اور شہادتیں بھی ہوئیں تھیں۔ان میں پہلے میری والدہ کے فرسٹ کزن خالہ زاد بھائی۔دوسرے میرے سسر جو کہ میرے خالوجان بھی تھے مرحوم انکل ملک منور جاوید انچارج دارالضیافت ربوہ کے فرسٹ کزن پھوپھو زاد بھائی اور تیسرے میری ایک دوسرے خالو جان مرحوم کی ہمشیرہ کے اکلوتے بیٹے یعنی ان کے بیس سالہ نوجوان ہونہار بھانجے جو میڈیکل کے پہلے سال کے ایک ذہین طالب علم تھے۔شامل ہیں۔

آخرمیں قرآن کریم کی اس عظیم الشان آیت پر اپنی یادوں کو ختم کرتی ہوں جو ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع (رحمہ اللہ) نے اپنی بہت ہی پیاری شریک حیات حضرت سیدہ آصفہ بیگم مرحومہ کی رمضان کے آخری جمعہ کی صبح کی وفات کے چند گھنٹوں کے بعد اسی روز دوپہر کو اپنے خطبہ جمعۃ الوداع کے آغاز میں پڑھی تھی۔

کُلُّ مَنۡ عَلَیۡهَا فَانٍ ﴿۲۷﴾ وَّ یَبۡقٰی وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِكۡرَامِ ﴿۲۸﴾
(الرحمٰن:28-27)

ترجمہ: ہر چیز جو اس پر ہے فانی ہے۔مگر تیرے ربّ کا جاہ و حشم باقی رہے گا جو صاحبِ جلال و اِکرام ہے۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مبارک احمد شاہد

مجلس انصاراللہ جرمنی کی کرونا وائرس کے حوالہ سے خدمت خلق

انسانیت کی خدمت ہمیشہ سے جماعت احمدیہ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے کرونا وائرس کی وبا نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور اس کے ہولناک نتائج سے انسانی جانوں کے ضیاع اور معیشت کی تباہی کی وجہ سے ساری دنیا پریشان ہے۔ اس صورتحال کے پیش نظر فوری طورپر نیشنل سطح پر National Ansar Help & Care Committe قائم کی گئی۔اسی طرح علاقہ اور زون کی سطح پر بھی اسی طرز کی کمیٹیاں قائم کی گئیں تاکہ ضرورتمند انصار اور خاص طور پر دوسری قومیتوں سے تعلق رکھنے والے بے گھر اور ضرورت مند افراد کی ہنگامی بنیادوں پر مدد کی جاسکے ۔جرمنی میں اس وقت انصار کی تعداد 7068 ہے ۔ اب تک کی مساعی کی مختصر رپورٹ درج ذیل ہے ۔

1۔ دفتر انصاراللہ فرینکفرٹ میں نیشنل کمانڈ اینڈ کنڑول کا قیام
2۔ مرکزی سطح پر Hotline کا قیام
3۔ علاقائی نائب ناظم صف دوم اور ناظم ایثار کے ساتھ ہفتہ میں دو بار میٹنگز ہو رہی ہیں ۔
4۔ احمدی ڈاکٹر کی تنظیم Mamo کے تعاون سے زون کی سطح پر ٹیلیفون کانفرنسز کے ذریعہ انصار کو کرونا وائرس سے بچاؤ اور حفاظتی تدابیر سے آگاہ کیا جا رہا ہے ۔ اب تک 1200 انصار ان کانفرنسز سے مستفیذ ہوچکے ہیں ۔
5۔ جن انصار کے پاس ہومیوپیتھک ادویات نہیں ہیں انہیں یہ ادویات مہیا کی جا رہی ہیں ۔
6۔ اب تک 2131 انصار کی سودا سلف اور ادویات لانے میں مدد دی جاچکی ہے ۔
7۔ 60سال سے زائد عمر کے 1897 انصار کو مرکز انصاراللہ جرمنی کی طرف سے سینٹائزر(Sanitizer) ، ماسک ، وٹامن سی اور ٹشو پیپر پر مشتمل ایک پیکٹ بطور تحفہ بھجوایا گیا ہے ۔
8۔2936 دیگر افراد کی مختلف طرح سے مدد کی گئی ہے ۔الحمدللہ۔ ان افراد میں مختلف قومیتوں کے لوگ شامل ہیں ۔
9۔اب تک 560 بے گھر افراد میں فوڈ پیکٹ تقسیم کئے جاچکے ہیں ان افراد میں زیادہ تر کا تعلق جرمن قومیت سے ہے ۔
10۔مجالس کی سطح پر غیر از جماعت افراد میں کافی تعداد میں ماسک تقسیم کئے جا چکے ہیں ۔
11۔انصار نیوز کے ذریعہ ملکی اخبارات اور جماعتی سطح پر موصول ہونے والی احتیاطی تدابیر سے انصار کو آگاہ کیا جا رہاہے ۔
12۔ انصار کو واٹس ایپ کے ذریعہ گھر وں میں ہلکی پھلکی ورزش طریقے اور اپنی خوراک کا خیال رکھنے کے طریق پر مشتمل ویڈیو بنا کر بھجوائی جا رہی ہیں ۔
13۔ حضرت خلیفۃالمسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ’’ورزش کے زینے‘‘ سے کچھ اہم پوائنٹ انصار کو بھجوائے جا رہے ہیں ۔

دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان حقیر کوششوں میں برکت عطا فرمائے اور آئندہ بھی ہمیں خدمت انسانیت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرماتا رہے ۔

اطلاعات اعلانات

درخواست دعا

مکرمہ مبارکہ شاہین جرمنی لکھتی ہیں۔

ہماری پیاری بیٹی مکرمہ ماہا نیر بدر کے نکاح کا اعلان ہمراہ ولید رضا بدر مؤرخہ یکم مئی 2020ء بروز جمعۃ المبارک مسجد نور فرینکفرٹ میں مکرم محمد الیاس منیر مربی سلسلہ نے بعوض7ہزار یورو حق مہر پر کیا۔الحمدللہ اسی دن رخصتی بھی عمل میں آئی۔

عزیزہ ماہا نیّر ڈاکٹر قاضی لعل الدین مرحوم (سول سرجن، نور ہسپتال قادیان) کی نسل سے ہے۔شیخ ممتاز رسول مرحوم کی نواسی اور خواجہ عبد المجید مرحوم کی پوتی ہے۔عزیزم ولید رضا بدر مکرم عبد الستار بدر ربوہ کے پوتے اور مکرم محمد یوسف سلیم ملک (سابق انچارج شعبہ زودنویسی) کے نواسے ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ ہر دو کےلئے اور خاندانوں کےلئے بہت مبارک فرمائے۔ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ صحت سے رکھے۔ نیک نسلیں تاقیامت ان سے چلیں۔ خلافت حقّہ اسلامیہ احمدیہ سے ہمیشہ وابستہ رہنے والے ہوں۔مقبول خدمت دین کی توفیق انہیں ہمیشہ ملتی رہے۔ آمین

اعلان ولادت

مکرم رانا سلطان احمد خان تحریر کرتے ہیں کہ

میرے بھانجے مکرم رانا محمد طاہر اور ان کی اہلیہ عزیزہ نداء طاہر کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مورخہ 14مئی 2020ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے نومولود کا نام آحل احمد طاہر تجویز ہوا ہے۔ حضور انور نے وقف نو کی منظوری بھی عطا فرمائی ہے۔ نومولود میری ہمشیرہ محترمہ بشریٰ بیگم مرحومہ اہلیہ مکرم رانا محمد خان ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس کا پہلا پوتا نیز مکرم رانا ناصر احمد ابن مکرم رانا بشیر احمد اہرانوی ساکن نفیس نگر محمد آباد اسٹیٹ کا نواسہ اور حضرت امیر محمد خان اہرانوی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل سے ہے۔

احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آحل احمد طاہر کو نیک، صالح، خلافت کا مطیع و فرمانبردار اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرمہ نوشابہ واسع بلوچ۔جرمنی لکھتی ہیں۔

بستی مندرانی دریائے سندھ کے مغربی کنارے تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں واقع ہے۔100سال قبل ان صحراؤں اور خاردار راستوں سے سفر کرتے ہوئے ایک درویش صفت، تقویٰ شعار زمیندار بزرگ مکرم حافظ فتح محمد خان مع چند ساتھیوں کے1903ءمیں دستی بیعت کا شرف حاصل کیا۔جبکہ تحریری بیعت کا ذکر ’’الحکم‘‘قادیان24دسمبر1901ءمیں شائع ہوا۔

مکرم حافظ فتح محمد خان کے 5بیٹےاور1بیٹی تھیں۔

1۔ مکرم قادربخش
2۔ مکرم غلام محمد
3۔ مکرم علی محمد خان
4۔ مکرم ظفر احمد ظفر(حضرت خلیفۃالمسیح الثانیؓ کے ہم مکتب ہونے کا شرف ملا۔بطور مربی سلسلہ اور مدرسہ احمدیہ میں بطور استاد کی خدمت کا موقع ملا)
5۔ مکرم عبدالرّحیم خان

الحمدللہ سب نورِاحمدیت سے منوّر ہوئے۔

نہایت افسوس کے ساتھ میرے چچا امان اللہ خان مؤرخہ 21مئی 2020ء بعمر76سال بقضائے الٰہی اس جہان سے رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین

آپ حافظ فتح محمد خان کے پوتے اور عبدالرّحیم خان کے چوتھے بیٹے تھے۔نہایت ہمدرد،مہمان نواز،سچے اور کھرے انسان تھے۔کوٹ ادّو میں واپڈا کے محکمہ سے منسلک تھےاور اب ربوہ میں رہائش پذیر تھے۔پسماندگان میں 5بیٹے اور3بیٹیاں ہیں۔ قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ خداتعالیٰ خاص اپنے فضل سے بچوں کو کامل صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔آمین

طلوع و غروب آفتاب

29مئی2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:14	18:58
مدینہ منورہ	04:06	19:04
قادیان	03:47	19:27
ربوہ	03:27	19:09
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:26	21:06